تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار   لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم   ۵ تا ۱۱ نومبر ۱۹۹۸ء   مدیر : حافظ عاکف سعید

انبیائے کرام کیوں بھیجے گئے؟

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾

"ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو روشن تعلیمات اور واضح نشانیوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ ہم نے کتاب بھی نازل کی' میزان بھی اتاری تاکہ وہ لوگوں کے درمیان عدل قائم کریں"۔

یہ آیت کریمہ قرآن مجید کی جامع ترین آیات میں سے ایک ہے۔ میزان سے مراد سب کے نزدیک شریعت ہے' وہ نظام عدل جو اللہ نے دیا۔ معاشی میدان میں یوں عدل و انصاف ہو گا۔ سیاسی میدان میں یوں عدل و انصاف ہو گا۔ شوہر اور بیوی کے حقوق و فرائض کا یہ توازن ہو گا۔ آجر اور مستاجر کے مابین حقوق و فرائض کا یہ توازن ہو گا۔ بائع اور مشتری کے مابین حقوق و فرائض کا یہ توازن ہو گا۔ فرد اور اجتماعیت کے مابین حقوق و فرائض کا یہ توازن ہو گا۔ زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو میں توازن ہو گا۔ شریعت کی میزان میں ہر ایک کا حق تلے گا اور ایک کا حق دوسرے کا فرض ہے۔ والدین کے اولاد پر جو حقوق ہیں وہ اولاد کے والدین کے بارے میں فرائض ہیں۔ شوہر کے بیوی پر جو حقوق ہیں وہ بیوی کے شوہر کے متعلق فرائض ہیں' بات تو ایک ہی ہے۔ پس پوری اجتماعی زندگی میں حقوق و فرائض کا ایک توازن ہے — اب غور کیجئے کہ سب کچھ کیوں کیا گیا کہ اللہ نے رسول بھیجے' تعلیمات اتاریں' بینات اتاریں' کتاب نازل فرمائی اور میزان اتاری کس لئے! کاہے کے لئے؟ — کیا یہ اللہ کا کوئی مشغلہ ہے' کوئی تفریح ہے یا کوئی کارِ عبث ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ہم نے شاید یہی سمجھا ہے کہ یہ سب کچھ یونہی بے مقصد ہوتا رہا۔ اس دین کو' اس قرآن کو' اس شریعت کو نظر انداز کرنے اور اپنی آنکھیں سے بند رکھنے میں ہی عافیت ہے' ع چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب — یہ پٹارہ اگر کھل گیا تو ہماری خیر نہیں۔ ہمارے مفادات کی خیر نہیں۔ ہماری چودھراہٹوں کی خیر نہیں' ہمارے پیشوائیوں کی خیر نہیں!! غور طلب بات یہ ہے کہ الکتاب (قرآن مجید) کس لئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا اور المیزان (شریعت اسلامی) کس لئے اللہ تعالیٰ اتاری تھی۔ اس کو نہایت وضاحت و صراحت کے ساتھ آگے بیان فرما دیا گیا "تاکہ لوگ عدل و انصاف پر کاربند ہوں' قائم ہوں' یہ ترازو نصب کیا جائے۔ یہ دھرم کنڈا صرف دکھاوے کے لئے نہ ہو بلکہ اس میں ہر چیز فی الواقع تُلے اور حقدار کو اس کا پورا حق ملے۔

(اقتباس از جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی' تالیف : ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ)

شمارہ : 43   قیمت : 5 روپے

اداریہ

سالانہ اجتماع کے موقع پر امیر تنظیم کا خصوصی پیغام

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع ان شاء اللہ العزیز حسب اعلان ۶ تا ۸ نومبر کراچی میں منعقد ہو گا۔ اس اہم موقع پر رفقاء کے نام امیر تنظیم اسلامی کے پیغام کو اس کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے اداریے صفحہ کی زینت بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ سالانہ اجتماع کے حوالے سے بعض دیگر مضامین میں خصوصی پر اس شمارے میں شامل کئے گئے ہیں۔ (مدیر)

کل پاکستان بنیاد پر تنظیم اسلامی کا یہ سالانہ اجتماع ٹھیک تین سال کے وقفے کے بعد منعقد ہو رہا ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے ملتزم رفقاء کے سالانہ مشاورتی و تربیتی اجتماع ہی کو آل پاکستان اجتماع کے قائم مقام کی حیثیت حاصل رہی۔ بلاشبہ میرے نزدیک تنظیم کی اصل قوت انہی رفقاء پر مشتمل ہے جو تنظیم میں شمولیت کے بعد اس کے نظم کے کم از کم تقاضوں کو پورا کرتے اور نظم کی پابندی کے کم از کم معیار پر پورا اترتے ہوں۔ تاہم مبتدی رفقاء بھی یقیناً ہمارے تنظیمی ساتھی ہیں اور انہیں بالکل نظرانداز کر دینا بھی میرے نزدیک حکمت و مصلحت کے یکسر خلاف ہو گا۔ بنابریں میں نے شوریٰ کے اجلاس میں اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس سال کل پاکستان بنیاد پر جملہ رفقاء تنظیم کا ایک بڑا اجتماع منعقد کیا جائے۔ الحمد للہ کہ میری اس خواہش کے عملی ظہور کی صورت بن گئی اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ ضروری اسباب فراہم ہو گئے کہ جو اس نوع کے اجتماع کے انعقاد کے لئے ناگزیر تھے۔ بقول اکبر الہ آبادی

یہ عزم ترا سعی سے دمساز ہو کیونکر   اسباب نہ ہوں جمع تو آغاز ہو کیونکر
اسباب کرے جمع' خدا ہی کا ہے یہ کام   طالب ہو خدا سے تو' دعا ہی کا ہے یہ کام

تنظیم اسلامی کے قافلہ نے اپنے سفر کا آغاز آج سے 23 برس قبل کیا تھا۔ تین سالہ ابتدائی عبوری مدت کو اگر منہا کر دیا جائے تب بھی تنظیم کی عمر 20 سال سے متجاوز ہو چکی ہے۔ ہم ہرگز اس بات کا دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم نے اس عرصے میں بڑی عظیم الشان کامیابیاں حاصل کر لی ہیں لیکن یہ اطمینان ضرور ہے کہ خواہ ست روی کے ساتھ ہی سہی' قافلۂ تنظیم بحمد اللہ پوری یکسوئی اور مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے ہدف کی جانب محو سفر ہے۔ داخلی استحکام کے ساتھ ساتھ تنظیم کی توسیع کا کام بھی مناسب حد تک جاری ہے اور یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ الحمدللہ ہمارے قدم مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔ اپنی جگہ یہ کامیابی بھی کچھ کم نہیں کہ بیعت کی مسنون اساس پر تنظیم کا استوار ہونا اور انقلاب کے نبوی ﷺ منہج کو اختیار کرنا اب تنظیم کی پہچان ہی نہیں اس کا امتیاز شمار کیا جاتا ہے۔ **فالحمدلله علی ذلک!**

سالانہ اجتماع' تنظیم کے لئے ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمیں اس موقع پر اللہ کا شکر بجالانے کے ساتھ ساتھ جہاں اپنی خامیوں اور کوتاہیوں پر تنقیدی نگاہ ڈالنی ہے وہاں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے تحریکی فکر کو تازہ کرنے اور جذبہ و جوش کی آگ کو تیز کرنے کا سامان بھی کرنا ہے۔ سلطنت خداداد پاکستان میں اللہ کے دین کو قائم و غالب کرنے کے لئے جس جوش و جذبے' محنت و کوشش اور جانفشانی و لگن کی ضرورت ہے' تاحال رفقائے تنظیم میں اس کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ تاہم یہ اطمینان ضرور ہے کہ ع "کم کوش تو ہیں لیکن' بے ذوق نہیں راہی!" —— ملکی اور بین الاقوامی حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ مغرب کا سرمایہ دارانہ سیکولر جمہوری نظام جس کی آج پورے کرۂ ارض پر حکمرانی ہے' معرضِ خطر میں ہے۔ احیاء اسلام کی لہر پوری دنیا میں محسوس کی جا رہی ہے اور عالمی طاقتیں اسلام کی ابھرتی ہوئی قوت سے خائف ہو کر ہر جگہ اسلام اور مسلمانوں کو دبانے اور کچلنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ کفر کی طاقتیں متحد ہو کر بڑی سرعت کے ساتھ دجالی فتنہ کی صورت میں جلوہ گر ہو رہی ہیں۔ قیامت سے قبل حق و باطل کے جس فیصلہ کن معرکے کا ذکر احادیث نبوی ﷺ میں ملتا ہے' اس کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ ہمیں اب کمر ہمت کو کسنا اور مشعلوں کو تیز کرنا ہو گا۔ تنظیم کے پیغام کو' جو درحقیقت قرآن کے انقلابی فکر پر مبنی ہے' بستی بستی اور قریہ قریہ عام کرنا ہو گا۔ اپنی ذات' اپنی معاش اور اپنے دائرہ اختیار میں شریعت کا نفاذ کر کے اپنی تربیت و تزکیے کا خصوصی اہتمام بھی کرنا ہو گا۔ تنظیم کے ڈسپلن کی پابندی کی عادت پختہ کرنے اور اپنے اندر تسلیم کی خُو ڈالنے کے لئے اپنے نفس اور اپنی انا کے خلاف جہاد بھی کرنا ہو گا اور پھر ایک "بنیان مرصوص" بن کر باطل قوتوں کے ساتھ پنجہ آزمائی کرنا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے اور اس سالانہ اجتماع کو رفقائے تنظیم کے لئے ہی نہیں' تنظیم اور تحریک دونوں کے لئے بھی باعث خیر و برکت بنا دے۔ (آمین یارب العلمین)

سودی نظام کو ختم کر کے قرضوں پر سود کی ادائیگی سے انکار کر دینا چاہئے

امت مسلمہ دین کے عملی تقاضے پورے نہ کرنے کی وجہ سے اللہ کے قانون عذاب کی گرفت میں آچکی ہے

شریعت بل کی سینٹ سے منظوری کے بعد اس کے عملی تقاضے پورے کرانے کی جدوجہد کا آغاز کرنا ہوگا

قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کے مطالبے کے ضمن میں پیش رفت کا آغاز تنظیم اسلامی ہی نے کیا

تمام سیاسی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر سماج دشمن عناصر پر ہاتھ ڈالنے ہی سے امن و امان قائم ہو سکتا ہے!

مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مد ظلہ کے ۲۳ اکتوبر ۹۸ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(مرتب : نعیم اختر عدنان)

حمد و ثنا' تلاوتِ آیات اور ادعیہٴ ماثورہ کے بعد فرمایا :
اس سے قبل بھی کئی مواقع پر اسی مسجد میں سورۃ المائدہ کے ساتویں رکوع کے حوالے سے گفتگو ہوتی رہی ہے۔ اس میں تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا کہ ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ یعنی جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں' ﴿ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ وہی ظالم اور مشرک ہیں' ﴿ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ وہی سرکش اور باغی ہیں۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ سورۃ المائدہ میں دو اہم اصطلاحات وارد ہوئی ہیں۔ ایک "حکم بما انزل اللہ" ہے جبکہ دوسری "اقامت ما انزل من اللہ" ہے۔ "حکم بما انزل اللہ" کا زیادہ تر تعلق انسانی زندگی کے انفرادی معاملات سے ہے۔ ہم میں سے ہر شخص رائے قائم کرتا اور فیصلہ کرتا ہے اور ہمارا انفرادی و شخصی رویہ اسی فیصلے کے نتیجے میں ظہور میں آتا ہے۔ یہ "حکم" ہی کی ایک صورت ہے۔ اسی طرح ہماری سماجی اقدار کا ڈھانچہ اور اس میں موجود نسبت و تناسب بھی ایک نوع کا "حکم" ہے جسے ہم عملاً قائم کرتے یا اختیار کرتے ہیں اور جس کی روشنی میں فریقین کے مابین جھگڑوں کے فیصلے کئے جاتے ہیں جنہیں شریعت کی اصطلاح میں "فصل خصومات" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ انفرادی معاملات اور دو افراد کے مابین جھگڑے کے فیصلہ کے لئے "حکم بما انزل اللہ" کا اطلاق ہوتا ہے' جبکہ اجتماعی سطح پر اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق نظام کا قائم کرنا "اقامت ما انزل من اللہ" ہے۔ نظام اور قانون دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ قانون درحقیقت نظام کو چلانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اگر نظام ظالمانہ ہے تو سخت قوانین سے غلط اور فاسد نظام ہی کو تقویت حاصل ہوگی۔ لیکن اگر نظام بھی "بما انزل اللہ" یعنی اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہو اور قانون بھی اسی ذات کا عطا کردہ ہو تو پھر کیا ہی کہنے ہیں گویا یہ ﴿ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ﴾ کی کیفیت ہو جائے گی۔

منبر و محراب

فارسی کا ایک شعر ہے ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

یعنی بعض اوقات کسی بات کو دوسرے تک پہنچانے کے لئے "بیٹی رے بیٹی تجھ سے کہوں اور بہو ری بہو تو کان دھر" کے مصداق بالواسطہ ذریعہ بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید بھی اسی انداز میں اہل کتاب کا تذکرہ کر کے دراصل امت مسلمہ کو آئینہ دکھاتا ہے کہ تم اس میں اپنی تصویر دیکھ لو۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر بھی وہ تمام حالات و واقعات وارد ہو کر رہیں گے جو یہود کو درپیش ہوئے' بالکل ایسے جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے مشابہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اہل کتاب کو کی گئی تنبیہات ہمارے لئے آئینہ کی مانند ہیں تاکہ ہم ان کے طرز عمل سے خود کو محفوظ رکھیں۔

ارشاد ربانی ہے "اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں دور کرتے اور انہیں نعمتوں والے باغات میں داخل کرتے"۔ درحقیقت ایمان اور تقویٰ کا اصل انعام یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی کوتاہیوں سے درگزر فرما کر اسے جنت میں داخل فرمادے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اہل ایمان اور اہل تقویٰ سے اللہ کا ایک اور وعدہ بھی ہے۔ فرمایا گیا اگر یہ (اہل کتاب) تورات اور انجیل کو اور جو کچھ ان کے رب کی طرف سے اُن کی جانب نازل کیا گیا تھا' اس کو قائم کرتے تو ان پر آسمان اور زمین کی برکات کے دروازے کھول دیئے جاتے۔ یعنی اگر دنیا میں دین کو عملاً قائم کر دیا جائے تو یہ معاشی خوشحالی کا ذریعہ بھی بن جائے گا۔ یہاں اگرچہ اصلاً خطاب اہل کتاب سے ہے لیکن مسلمانوں کے لئے اس میں پیغام یہ ہے کہ اگر وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کو قائم کریں تو ان سے بھی اللہ کا یہی وعدہ ہے کہ آسمان سے بھی برکات کا نزول ہوگا اور زمین بھی ان کے لئے اپنے خزانے اُگل دے گی۔

شریعت کے نفاذ کے نتیجے میں دنیوی خوشحالی کا ذکر قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ میں بھی موجود ہے' چنانچہ آپؐ کا ارشاد ہے ((اَقَامَةُ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ مَطَرِ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً)) یعنی اللہ کی حدود میں سے ایک حد کو بھی نافذ کر دیا جائے تو اس سے چالیس روز کی بارش سے بھی زیادہ برکات نازل ہوتی ہیں۔ گویا ایمان اور تقویٰ کا ایک حاصل اللہ کی مغفرت اور جنت کا حصول ہے جبکہ اس کا دوسرا نتیجہ دنیوی خوشحالی اور فراوانی کا حاصل ہونا ہے بشرطیکہ اللہ کے دین کو قائم بھی کیا گیا ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی سرکشی و بغاوت اور اجتماعی سطح پر نافرمانی سے

معیشت تنگ کر دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی برکات کے خزانے روک لیتا اور اپنی رحمتوں کے دروازے بند کر لیتا ہے۔ اسی لئے اگلی آیات میں واضح طور پر فرما دیا گیا کہ "اے نبیؐ! اہل کتاب سے کہہ دیجئے کہ تمہاری کوئی حیثیت اور بنیاد نہیں جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو"۔ اس آیت کو ہم اپنے اوپر منطبق کرتے ہوئے پڑھیں تو بات پوری طرح واضح ہو جائے گی۔ "یا اهل الکتاب" کی جگہ "یا اهل القرآن" کے الفاظ ذہن میں لایئے' اس لئے کہ خود آنحضور ﷺ نے ایک حدیث میں مسلمانوں کو "یا اهل القرآن" کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ تو یہ آیت اہل کتاب کی طرح ہم پر بھی صادق آ رہی ہے کہ "لستم علی شیء حتی تقیموا القرآن وما انزل الیکم من ربکم" "تمہاری کوئی حیثیت اور مقام نہیں ہے جب تک تم قرآن کو اور سنت کو قائم نہیں کرتے"۔ گویا جب تک ہم ملک میں قرآن و سنت کا نظام نافذ نہیں کرتے' اسے سپریم لاء قرار نہیں دیتے' تب تک اللہ کی نگاہ میں ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے' ہماری کوئی دعا مقبول نہ ہو گی اور ہمارا انجام بھی یہود و نصاریٰ سے مختلف نہیں ہو گا۔

ایک اہم سوال اکثر ہمارے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے کہ ؎

"رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر"

اس کی وجہ کیا ہے؟ ــــ اس دنیا میں خوشحالی' رزق کی فراوانی اور کشادگی کے قانون کو سورۂ بنی اسرائیل کی آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کفر اور شرک کر رہے ہیں اور دوسرے وہ جو آخرت کے طلبگار اور توحید کے علمبردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم دنیا کا رزق نافرمانوں اور فرمانبرداروں دونوں گروہوں کو عطا فرماتے ہیں اس لئے کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے اور یہاں ہر ایک کی آزمائش کی جا رہی ہے۔ سورۂ زخرف میں فرمایا گیا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ کہیں سب لوگ ایک ہی امت یعنی "کافر" نہ بن جائیں گے تو ہم اپنے منکرین کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے اور گھروں کے دروازے اور تخت بھی چاندی ہی کے نہیں بلکہ سونے کے بنا دیتے' لیکن یہ سب کچھ دنیا کا ساز و سامان ہی تو ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں۔ مغربی دنیا کی خوشحالی بھی اسی قانون قدرت کا مظہر ہے۔ کفار و منکرین ہر قسم کی دنیاوی خوشحالی سے بہرہ مند ہیں جبکہ مسلمان معاشی مشکلات سے دوچار ہیں' آخر ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ مسلمان اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے کے باوجود اس کے عملی تقاضوں کو پورا نہیں کر رہے' کفار کو ان کے انکار کی بھرپور سزا آخرت میں دی جائے گی مگر دنیا میں معاشی تنگی اور "معیشتاً ضنکاً" کا عذاب اصلاً مسلمانوں کے لئے ہے کہ یہ گروہ تو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان کے بلند بانگ دعوے کرتا ہے مگر عملاً اس کے تقاضے پورے نہیں کر رہا' یہی وجہ ہے کہ مسلمان دنیا میں خدا کے "قانون عذاب" کی گرفت میں آ چکے ہیں۔ چنانچہ عرب ممالک تیل کی دولت سے مالا مال ہونے کے باوجود آج معاشی تنگی سے دوچار ہیں۔ امریکہ نے ان ممالک کے معاشی وسائل کو ہڑپ کر لیا ہے۔ خلیج کی جنگ کے بعد سے عرب ممالک کے معاشی حالات بہت ناگفتہ بہ ہیں اور عالم عرب کے سینے میں اللہ کی مغضوب اور ملعون قوم' اسرائیل خنجر کی مانند پیوست ہے۔ کوئی عرب ملک اسرائیل کے سامنے کھڑا ہونے کے قابل نہیں ہے۔ پاکستان کی صورتحال بھی عرب دنیا سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے کہ ہم نے بھی قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے میں نصف صدی کا عرصہ ضائع کر دیا ہے اور اس وقت معاشی لحاظ سے پاکستان عملاً ڈیفالٹ ہو چکا ہے اور ملک کا معاشی لحاظ سے دیوالیہ نکل چکا ہے۔ عالمی مالیاتی ادارے بجلی کے نرخ چالیس فیصد بڑھانے کے لئے کہہ رہے ہیں جبکہ نواز شریف صاحب نے اس میں ۳۰ فیصد کمی کا اعلان کیا ہے' جس کے نتیجے میں عالمی اداروں کے ساتھ پاکستان کا تصادم برپا ہو گا۔ اسی طرح بجلی پیدا کرنے والے یونٹوں کی مالک غیر ملکی کمپنیوں کے ساتھ بھی محاذ آرائی کا معاملہ ہے۔ چنانچہ پاکستان کو اس وقت عالمی سطح پر زبردست دباؤ اور مخالفت کا سامنا ہے۔ ان حالات میں اگلا قدم اب یہی رہ گیا ہے کہ پاکستان کا حشر انڈونیشیا اور ملائشیا سے بھی بدتر کر دیا جائے گا اور پاکستانی کرنسی کو ڈی ویلیو کر کے روپے کو کاغذ کا ایک ٹکڑا بنا کر رکھ دیا جائے گا۔ ان تمام حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے صحیح معنوں میں قرآن و سنت کا نظام نافذ کرنا ہو گا۔ قرآن و سنت کو سپریم لاء قرار دینے کا کم از کم یہ نتیجہ تو نکلے گا کہ دستور میں موجود چور دروازے اور رخنے بند ہو جائیں گے اور اسلام نافذ کرنے والے کو کسی دستوری رکاوٹ کا سامنا نہیں ہو گا۔

یہ بات باعث مسرت ہے کہ اکثر دینی جماعتوں کا رد عمل اس معاملے میں نہایت مناسب ہے' جماعت اسلامی نے شریعت بل کو سینٹ سے منظور کرانے کے لئے تین رکنی وفد تشکیل دیا ہے جو ارکان سینٹ کو اس بل کی حمایت کے لئے آمادہ کرے گا۔ جماعت اسلامی کا یہ موقف بھی درست ہے کہ قومی اسمبلی کے بعد سینٹ سے بھی قرآن و سنت کو سپریم لاء قرار دے کر حکومت پر حجت پوری کر دی جائے تاکہ ان کے پاس نفاذ اسلام کے ضمن میں کوئی راہ فرار اور بہانہ باقی نہ رہے۔

امیر تنظیم الاخوان' مولانا محمد اکرم اعوان بھی کہہ چکے ہیں کہ قرآن و سنت کو سپریم لاء قرار دینے کے عملی تقاضے بھی حکومت سے پورے کرائے جائیں گے۔ الحمد للہ کہ قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کے مطالبے کے ضمن میں سب سے پہلے تنظیم اسلامی نے پیش رفت کا آغاز کیا تھا۔ نواز شریف کے وزیر اعظم بننے کے فوراً بعد ۱۶/ فروری ۹۷ء ہی کو اسی مسجد سے میں نے دستور میں ترامیم کا مطالبہ کیا تھا جس کے بعد اس ضمن میں میاں محمد نواز شریف سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ شریعت بل ابتداً میں جس پیکج کی صورت میں آیا تھا اس پر ہمیں بھی اعتراض تھا لیکن حکومت نے اس میں سے متنازعہ شقیں تقریباً سب نکال دی ہیں۔ اب قومی اسمبلی سے شریعت بل کی منظوری کے بعد اسے سینٹ سے منظور کرانے کے لئے سینیٹر حضرات کی اگر منت سماجت کرنا پڑی تو اس سے بھی ہم دریغ نہیں کریں گے۔ سیاسی و مذہبی جماعتوں کو چاہئے کہ وہ قرآن و سنت کو سپریم لاء قرار دینے کے معاملے کو جماعتی سیاست اور گروہی مفادات کا مسئلہ بنانے کی بجائے اپنا دینی و ملی فریضہ سمجھ کر اسے سینٹ سے منظور کرائیں۔ قومی اسمبلی کے بعد سینٹ سے شریعت بل کی منظوری کا مرحلہ طے ہو جانے کے بعد اس کے عملی تقاضے پورے کرانے کی جدوجہد کا مرحلہ ہو گا۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پورے دین کے نفاذ کی بجائے "من پسند" اور جزوی شریعت نافذ کر دی جائے۔ خدانخواستہ اگر ایسا ہوا تو یہ قرآن کے بعض احکامات کو ماننے اور بعض کو رد کرنے کے مترادف ہو گا جس کی قرآن حکیم میں شدید مذمت آئی ہے۔ قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کے بعد سودی نظام کو جاری نہیں رکھا جا سکتا۔ لیکن یہاں تو صورت یہ ہے کہ ایک طرف مغرب زدہ خواتین کو بھی تسلیاں دی جا رہی ہیں کہ "فکر" کی کوئی بات نہیں' نفاذ شریعت کے بعد بھی کوئی فرق واقع نہیں ہو گا' دوسری طرف بینکاروں کو بھی اطمینان دلایا جا رہا ہے کہ "مارک اپ" کے نام سے سود کا کاروبار چلتا رہے گا' لیکن یہ انداز فکر ہرگز درست نہیں ہے۔

دینی جماعتوں کو چاہئے کہ وہ انتخابی سیاست میں اپنی توانائیاں ضائع کرنے کی بجائے اسلامی نظام کے مکمل نفاذ کو اپنا اولین ہدف قرار دیں اور "پریشر گروپ" تشکیل دے کر حکومت پر مسلسل دباؤ ڈالتے رہیں تاکہ وہ قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کے عملی تقاضے بھی پورے کرے۔ اس کے اولین عملی تقاضے کے طور پر سودی نظام کو ختم کر کے تمام قرضوں پر سود کی ادائیگی سے انکار کر دیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ شدید معاشی بدحالی کے نتیجے میں

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

مخالفین کے اعتراضات رفع کرنے کی خاطر شریعت بل میں مزید ترمیم کرنے سے بھی گریز نہ کیا جائے

۳۰ / اکتوبر= مجرموں پر ہاتھ ڈالنے کے مسئلہ میں حکومت کو ایم کیو ایم کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت روا نہیں رکھنی چاہئے لیکن بہتر ہو گا کہ حکیم سعید کے قتل کی تحقیقات عدالت کے ذریعے کروائی جائیں۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد باغ جناح میں اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں صوبائیت کی لعنت سے نجات کے لئے ضروری ہے کہ چھوٹے صوبے بنائے جائیں۔ اس کی وجہ سے آج ہم سندھ میں بد ترین بحران سے دوچار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ چھوٹے صوبوں کی تشکیل میں اگر علاقائی کلچر و ثقافت کا بھی خیال رکھا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ انہوں نے پندرھویں ترمیم کی سینٹ میں منظوری سے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ایم کیو ایم کی حکومت سے علیحدگی کے بعد اگرچہ شریعت بل کی سینٹ سے منظوری مشکل نظر آ رہی ہے مگر اس ضمن میں اب بھی حکومت کو اس بل کی سینٹ سے منظوری بالاتفاق کروانی چاہئے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ قرآن و سنت کی بالادستی پاکستان کے استحکام اور بقاء کے لئے بے حد ضروری ہے۔ نفاذ شریعت کے نتیجے میں کسی صوبائی خود مختاری کے خاتمے کا تاثر قطعاً غلط ہے بلکہ اس کے نفاذ سے وفاقیت ہی نہیں آفاقیت وجود میں آئے گی۔ انہوں نے اس ضمن میں وزیر اعظم پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ پندرھویں ترمیم کے بل سے اس تاثر کو بھی زائل کرنے کی کوشش کریں کہ اس کی منظوری سے وزیر اعظم بااختیار ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اس مقصد کے حصول کے لئے اگر بل میں مزید ترمیم کرنی پڑتی ہے تو اس سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ اسلام کے تصور ریاست کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اسلامی ریاست سے مراد اسلامی دستور کی بنیاد پر بننے والا معاشرہ ہے اور اس معاشرے میں اصل اہمیت قرآن و سنت کو حاصل ہوتی ہے۔ آج کے دور میں اسلامی ریاست میں حکمران یا خلیفہ مامور من اللہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا تقرر مشاورت عوام کے ذریعے ہو گا۔ اسلامی نظام میں پارلیمنٹ کی حیثیت مطلق بااختیار ادارے کی نہیں بلکہ اسے قرآن و سنت کی حدود کا پابند ہونا ہو گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ پارلیمنٹ کا قرآن و سنت کی حدود سے تجاوز کرنا دین اسلام سے بغاوت ہے اور اسلامی ریاست کی قیادت کیلئے اصل شے ایمان اور کردار کی پختگی ہے۔

☆ ☆ ☆

شریعت بل : اعتزاز احسن کے کھلے خط کے جواب میں امیر تنظیم اسلامی کا موٴقف

۲ نومبر= آج کے ایک انگریزی روزنامہ میں شائع ہونے والا سینٹ میں اپوزیشن لیڈر چوہدری اعتزاز احسن کا وزیر اعظم نواز شریف کے نام کھلا خط میری نظر سے گزرا ہے جس میں ۱۵ویں آئینی ترمیم کے ضمن میں متعدد سوالات اٹھائے گئے ہیں۔ آئین میں مجوزہ ترمیم کیلئے چونکہ ہماری طرف سے بھی کافی عرصے تک دو دو ہو رہی ہے لہٰذا میں نے ضروری سمجھا کہ اسلام کے حوالے سے اس پر اپنی رائے پیش کروں۔ ظاہر ہے تفصیلات میں جانے کا یہ موقع نہیں ہے لہٰذا نہایت اختصار کے ساتھ اپنا اصولی موقف پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

مذکورہ بل کے ضمن میں سب سے بڑا اعتراض یا سوال جو ان دنوں سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ ۱۵ویں ترمیم سے موجودہ آئین کالعدم ہو جائے گا اور ایک پنڈورا بکس کھل جائے گا۔ میرے نزدیک یہ بات ایک حد تک تو درست ہے۔ اگر آپ ملک میں حقیقی معنوں میں اسلامی نظام لانا چاہتے ہیں تو لامحالہ موجودہ آئین میں سے غیر اسلامی شقیں حذف کرنی پڑیں گی لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ پورا آئینی ڈھانچہ ہی منہدم ہو جائے گا۔ آئین میں موجود تضادات کو ختم کرنے کے لئے بہر حال دو ٹوک انداز میں قرآن و سنت کی مکمل اور غیر مشروط بالادستی کا آئین میں اہتمام ناگزیر تھا۔ ایک اعتراض انسانی حقوق کے حوالے سے ہو رہا ہے۔ اس میں بھی قدرتی بات ہے کہ اسلام میں اس طرح کی مادر پدر آزادی نہیں ہے جو مغربی تہذیب میں ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اسلام میں سرے سے انسانی حقوق کا تصور ہی نہیں ہے۔ مرکز اور صوبوں کے تعلقات کے حوالے سے اگرچہ اسلام میں مضبوط مرکز کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ اسلام وفاقی ہی نہیں' آفاقی شے ہے لیکن اسلام کے اندر اندر صوبوں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دینا ہرگز غیر اسلام نہیں ہے' بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں زیادہ تعداد میں چھوٹے صوبے تشکیل دیئے جائیں اور انہیں اسلام کے اندر رہتے ہوئے' اپنے مسائل حل کرنے کی مکمل آزادی اور خود مختاری دی جائے۔ ایک اہم مسئلہ یہ سامنے آتا ہے کہ یہ کون طے کرے گا کہ فلاں قانون جزوی یا کلی طور پر خلاف اسلام ہے یا نہیں' اس کا ایک ہی جواب ممکن ہے کہ یہ طے کرنا اعلیٰ عدالتوں کا کام ہے' البتہ قانون سازی پارلیمنٹ ہی کرے گی۔ یہ تاثر صحیح نہیں ہے کہ قرآن و سنت کو بالادست قرار دینے سے قانون سازی یا پارلیمنٹ کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ یہ سوال بظاہر مضحکہ خیز سا ہے کہ یہاں کونسی فقہ نافذ ہو گی؟ پبلک لاء کے ضمن میں تو سیدھی سی بات ہے کہ اہل سنت کے تصور کے مطابق قرآن و سنت کی بالادستی پر مبنی نظام رائج ہو گا اس لئے کہ پاکستان میں بسنے والوں کی اکثریت اہل سنت پر مشتمل ہے جبکہ پرسنل لاء میں تمام فقہوں کے ماننے والوں کو اپنے اپنے مسلک کے مطابق عمل کی پوری آزادی ہو گی۔

انتخابات میں حصہ لینے کے لئے امیدواروں کی اس لحاظ سے چھان بین یقیناً مطلوب ہو گی کہ وہ غیر قانونی اور کھلم کھلا غیر اسلامی سرگرمیوں میں ملوث نہ ہوں البتہ بشمول خواتین' ووٹرز پر سوائے عمر کے دیگر کوئی پابندی عائد کرنا درست نہ ہو گا۔ اسی طرح ستر و حجاب کی پابندی کے ساتھ خواتین کسی بھی شعبہ زندگی میں حصہ لینے میں آزاد ہوں گی۔ غیر مسلموں کے انتخابات میں حصہ لینے یا ووٹ ڈالنے پر بھی کوئی پابندی نہیں' تاہم قانون سازی میں ان کی شمولیت بے معنی ہو گی۔ اسی طرح ان کا ایسے اداروں کا سربراہ مقرر کیا جانا حقیقت پسندی پر مبنی نہیں ہو گا جن اداروں کے ذمے اسلامی احکامات کی تنفیذ و ترویج ہو گی۔ آخر میں یہ وضاحت بے جا نہ ہو گی کہ آج کی اسلامی ریاست یا اس کے سربراہ کو صد فیصد خلافت راشدہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں اصول تو بلاشبہ وہیں سے لینے ہوں گے مگر ریاست کے جدید تقاضوں کو جن میں ریاست کا بنیادی ڈھانچہ شامل ہے' نظر انداز کرنا حقیقت پسندی سے بعید ہو گا۔ جہاں تک موجودہ سربراہان مملکت کی ذات کا تعلق ہے میرا خیال ہے کہ اسے ۱۵ویں آئینی ترمیم کی سینٹ سے منظوری کے ساتھ منسلک / مشروط کرنا جائز نہیں ہے البتہ بل کے آئین کا حصہ بننے کے بعد آپ کو حق حاصل ہو گا کہ کسی بھی شخص کے خلاف عدالت میں جائیں اور وہاں سے فیصلہ کرائیں۔

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

کیا صوبہ سندھ میں گورنر راج کے نفاذ سے امن و امان قائم ہو سکے گا؟

کراچی میں جاری دہشت گردی کے واقعات سے مرکزی حکومت خود کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتی

عوامی نمائندگی میں طویل عرصہ تک رکاوٹ ڈالے رکھنا ملک کے لئے کبھی مفید ثابت نہیں ہوا

سندھ میں گورنر راج کے نفاذ پر مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ

سندھ میں بالآخر گورنر راج نافذ کر دیا گیا ہے۔ گورنر راج کے نفاذ سے دو روز پہلے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اپنے مختصر خطاب میں حکیم سعید کے قتل کا الزام واضح طور پر ایم کیو ایم پر لگایا اور ایم کیو ایم کی قیادت سے کہا کہ وہ حکیم محمد سعید کے قاتلوں کو حکومت کے حوالے کر دے ورنہ ان کے راستے جدا ہو جائیں گے۔ اپنے خطاب میں وزیر اعظم نے حکیم سعید کے قتل کی بعض تفصیلات بیان کیں۔ انہوں نے کہا کی فصیح احمد عرف جگنو نے مرنے سے پہلے قتل کی جو تفصیلات بیان کی تھیں ان کے مطابق اس قتل کی منصوبہ بندی نائن زیرو میں ایک اجلاس میں کی گئی جہاں ایم پی اے ذوالفقار حیدر نے مجرموں کو ہدایات دیں' ان کی باقاعدہ ڈیوٹیاں لگائی گئیں اور پروگرام کو فائنل کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہر طرح کی اطلاعات اور تحقیقات کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حکیم سعید کو ایم کیو ایم کے ایما پر قتل کیا گیا ہے اور مجرموں کو بھی انہوں نے ہی پناہ دی ہوئی ہے۔ انہوں نے مجرموں کے ناموں کا بھی انکشاف کیا اور انہیں فوری طور پر حکومت کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔

ایم کیو ایم کی قیادت نے وزیر اعظم کے تمام الزامات کو رد کرتے ہوئے وزیر اعظم پر الزام لگایا کہ انہوں نے عدالتی اختیارات بھی سنبھال لئے ہیں۔ ایم کیو ایم نے فصیح احمد عرف جگنو کی لاک اپ کے دوران ہلاکت کی عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کیا اور کہا ہے کہ اگر جگنو نے اقبال جرم کر لیا تھا اور ایم کیو ایم کی قیادت کو حکیم سعید کے قتل میں ملوث کیا تھا تو اسے حراست کے دوران ہلاک کیوں کیا گیا؟ ایم کیو ایم نے مطالبہ کیا کہ وزیر اعظم پر جگنو کے قتل کا مقدمہ دائر کیا جائے۔ حکومت نے بڑے زور و شور سے اعلان کیا کہ ایم کیو ایم کے کارکن عامر اللہ' جو حکیم سعید کے مبینہ قاتلوں میں سے ایک ہے اور جسے واردات کے فوراً بعد گرفتار کر لیا گیا تھا' نے اعتراف جرم کر لیا ہے اور اس کے اعتراف جرم کی ویڈیو فلم پی ٹی وی پر دکھائی جائے گی۔ فلم دکھانے کا دن اور وقت کا تعین بھی کر دیا گیا تھا اور اس کی تشہیر بھی کی گئی لیکن کوئی وجہ بتائے بغیر یہ پروگرام منسوخ کر دیا گیا اور اطلاعات و نشریات کے "بڑے" اس کی مختلف اور متضاد وجوہات بیان کرتے رہے جس سے عوام میں اضطراب بڑھا اور شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔

اگرچہ مرکزی حکومت کا کسی صوبہ میں گورنر راج نافذ کر دینا معمول کی آئینی کارروائی ہے' خصوصاً جب کہ اس صوبہ میں امن و امان کے قیام کے معاملے میں صوبائی حکومت بری طرح ناکام ہو چکی ہو' لیکن ہماری رائے میں صوبائی اسمبلی کو حالات کی اصلاح کا پورا موقع دیا جانا چاہئے تھا۔ امن و امان کے قیام میں مسلم لیگ اور ایم کیو ایم کی متحدہ حکومت ناکام ہوئی تھی' صوبائی اسمبلی بحیثیت مجموعی ناکام نہیں ہوئی تھی۔ مسلم لیگ کو اب اگر ۲۰ ماہ کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اس کی اتحادی جماعت جرائم اور دہشت گردی میں ملوث ہے تو اس میں کسی دوسرے کا کوئی قصور نہیں ہے صرف اور صرف خود مسلم لیگ کا اپنا قصور بلکہ جرم ہے۔ یا تو وہ اتنی نااہل اور common sense سے بھی عاری ہے کہ جس بات سے سارا پاکستان اور کراچی کا بچہ بچہ واقف تھا اس کا مرکزی حکومت اور مسلم لیگ کو علم نہیں تھا یا وہ اپنی اتحادی جماعت کے جرائم اور دہشت گردی کی وارداتوں کی پردہ پوشی کر رہی تھی۔ دونوں صورتوں میں مرکزی حکومت اور مسلم لیگ کا جرم ناقابل معافی ہے اور اس دوران جتنا خون کراچی میں بہایا گیا ایم کیو ایم کی طرح مسلم لیگ کی قیادت بھی اس کی ذمہ دار ہے۔ "ٹیلی ویژن بیچو' زیور بیچو اور اسلحہ خریدو" کا نعرہ ایم کیو ایم کھلم کھلا ایک عرصہ سے لگا رہی تھی' لیکن اس کے باوجود ان کے قریباً ایسے دو ہزار کارکن رہا نہ صرف کر دیئے گئے جن کے خلاف سنگین نوعیت کے مقدمات درج تھے بلکہ انہیں کروڑوں روپیہ بطور تاوان کے بھی ادا کیا گیا۔ یہی افراد اور یہی سرمایہ کراچی کے عوام کا خون بہانے کے لئے استعمال ہوا۔ وہ خون کسی غریب مزدور کا بھی تھا اور شہید پاکستان حکیم محمد سعید کا بھی' ان تمام جرائم اور دہشت گردی کے واقعات سے مسلم لیگ کی مرکزی حکومت خود کو الگ نہیں کر سکتی۔ وزیر اعظم میاں نواز شریف نے جب ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے ایم کیو ایم کی قیادت پر حکیم سعید کے قتل کا الزام لگایا تو اس وقت بھی یہ کہا کہ اگر ایم کیو ایم نے حکیم سعید کے قاتل حکومت کے حوالے نہ کئے تو ایم کیو ایم اور مسلم لیگ کی راہیں جدا ہو جائیں گی۔ بالفاظ دیگر اگر ایم کیو ایم ملزمان کو حوالے کر دیتی تو مسلم لیگ اور ایم کیو ایم کا اتحاد قائم رہتا اور مسلم لیگ ایم کیو ایم کے اگلے پچھلے گناہ ایک بار پھر معاف کر دیتی۔ ہماری رائے میں یہ پیشکش بذات خود محل نظر تھی' آخر کس قانون کے تحت مجرموں کو پناہ دینے والوں سے صرفِ نظر کیا جا سکتا ہے۔

ہماری رائے میں وزیر اعظم کو صرف ایم کیو ایم سے اتحاد کے خاتمے کا اعلان کرنا چاہئے تھا اور جمہوری روایت کا تقاضا تھا کہ وزیر اعلیٰ لیاقت علی جتوئی اس اتحاد کے ختم ہونے کے بعد اپنے عہدہ سے مستعفی ہو جاتے اور اسمبلی کو ایک بار پھر موقع دیا جاتا کہ وہ نیا قائد ایوان چن لے۔ نیا قائد ایوان اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرتا اور کراچی کے حالات کو درست کرنے کا پورا موقعہ نئی حکومت کو دیا جاتا۔ اگر کوئی جماعت بھی حکومت بنانے میں کامیاب نہ ہوتی تو اس کا حل یہ تھا کہ اسمبلی توڑ کر نئے انتخابات کروائے جاتے۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ ہڑتالوں' جرائم کی افراط' خاص طور پر کار لفٹنگ، کے واقعات' دہشت گردی اور بھتے کی وصولی سے ایم کیو ایم کی مقبولیت میں بہت کمی واقع ہو چکی ہے۔ لوگ اس ساری صورتحال سے تنگ آ چکے ہیں اور اب کے ایم کیو ایم سندھ کے شہروں میں کلین سویپ نہیں کر سکے گی۔ سیاسی طور پر کمزور ہونے کے بعد ایم کیو ایم کی دہشت جو کراچی کی پولیس انتظامیہ اور پرنٹ میڈیا پر بڑی بری طرح چھائی ہوئی ہے وہ قریباً ختم ہو جاتی' جس سے ایم کیو ایم آہستہ

آہستہ طبعی موت سے ہمکنار ہو جاتی۔

عام طور پر یہ کہا جا رہا ہے کہ حالات اس قدر خراب ہو چکے تھے کہ گورنر راج کے نفاذ کے بغیر اصلاح کا کوئی امکان نہیں تھا۔ سوال یہ ہے کہ حالات اس قدر خراب کیوں ہونے دیئے گئے۔ مسلم لیگ کی حکومت سب کچھ جان اور مان کر ایم کیو ایم کو ہر قیمت پر اپنے ساتھ ملائے رکھنے کی پالیسی پر عمل پیرا رہی۔ بات بات پر وزراء کرام لندن جا کر الطاف حسین کی منتیں کرتے تھے اور اسے حکومت سے الگ ہونے سے باز رکھنے کی کوششیں ہوتی تھیں' یہاں تک کہ چند بار خود وزیر اعظم مختلف حیلوں اور بہانوں سے لندن پہنچے۔ الطاف حسین سے ایسے انداز میں مذاکرات ہوئے جس طرح دو ملکوں کے حکمرانوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر ان مذاکرات کی تفصیلی رپورٹ پیش کی گئی اور وزیر اعظم کی طرف سے اتحاد کے مستحکم ہونے کا اعلان کیا گیا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حالات ناقابل اصلاح ہو گئے تھے اگرچہ درست ہے لیکن اس بات میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ ان حالات کی خرابی کی مسلم لیگ برابر کی ذمہ دار تھی' چنانچہ صوبائی اسمبلی میں اپوزیشن کو بھی موقعہ دیا جانا عین جمہوریت کا تقاضا تھا۔ گورنر راج کے نفاذ کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے سابق حکمرانوں کی طرح میاں نواز شریف کی بھی یہی خواہش ہے کہ پاکستان میں کوئی ایک انچ جگہ بھی ایسی نہیں ہونی چاہئے جہاں ان کی حاکمیت اعلیٰ کو چیلنج کیا جا سکے' جہاں ان کے پروٹوکول میں رتی بھر کمی آئے۔ ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۰ء تک وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے ساتھ جو سلوک پنجاب میں ہوتا رہا وہ نواز شریف کو خوفزدہ کر رہا تھا۔

پاکستان کے وزیر قانون خالد انور نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا ہے کہ آئین کے مطابق گورنر راج کی مدت معین نہیں ہے اور یہ غیر معینہ عرصہ تک جاری رہ سکتا ہے۔ راقم کی رائے کے مطابق گورنر راج کی مدت دو ماہ ہے' مرکزی حکومت اس میں دو ماہ کی مزید توسیع بھی کر سکتی ہے لیکن ۴ ماہ کے بعد اس میں مزید توسیع نہیں کی جا سکتی۔ اگر مرکزی حکومت محسوس کرے کہ کسی صوبہ میں گورنر راج میں مزید توسیع ہونی چاہئے تو وہ پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلائے گی اور گورنر راج میں توسیع پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں کثرت رائے سے کی جا سکے گی۔ ہماری رائے میں گورنر راج کے معاملے میں بھارت سے موازنہ بھی درست نہیں ہے' اس لئے کہ بھارت میں جمہوریت بہت مستحکم ہے جب کہ پاکستان میں جمہوریت کی شہ رگ پر ایک سے زائد بار چھری چل چکی ہے۔ ہمارے ہاں ایمرجنسی' گورنر راج اور جزوی مارشل لاء نے بالآخر مکمل مارشل لاء کی راہ دکھائی۔ ہماری رائے میں سندھ کے لئے پنجاب سے آئی جی کا انتخاب کرنا بھی کسی طرح درست نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ آئی جی صاحب نے پنجاب سے اپنے پسندیدہ افسران سندھ میں بلانے شروع کر دیئے ہیں۔

ہماری روایات کچھ اس طرح کی ہیں کہ ہم آغاز میں کسی شورش زدہ علاقے کے لئے اس طرح کے اقدامات کی ان کے دور رس نتائج سے بے پرواہ ہو کر زبردست حمایت کرتے ہیں لیکن آہستہ آہستہ ایسے غیر فطری اقدامات جب اپنا اصلی رنگ دکھانا شروع کرتے ہیں تو ہم انہی حکمرانوں کو گالیوں سے نوازنے لگتے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں یحییٰ خان کے فوجی ایکشن کو مغربی پاکستان میں اکثر لوگوں نے سراہا تھا لیکن جب فوجی ایکشن کے نتائج سامنے آئے تو ہر شخص یحییٰ خان کو برا بھلا کہنے لگا۔ اگرچہ مشرقی پاکستان اور کراچی کے حالات میں بہت فرق ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ سندھ میں گورنر راج نافذ کرنے سے ایم کیو ایم ایک بار پھر مظلوموں کی صف میں شامل ہو جائے گی اور دیہی سندھ میں یہ پروپیگنڈا کیا جائے گا کہ پنجاب میں دہشت گردی ہو تو گورنر راج نافذ نہیں کیا جاتا لیکن پنجاب کے حکمران جب چاہیں سندھ میں عوامی نمائندگی کو ختم کر کے گورنر راج نافذ کر دیتے ہیں جس سے سندھ براہ راست پنجابی حکمرانوں کے تابع ہو جاتا ہے۔ ہماری رائے میں اب جبکہ سندھ میں گورنر راج نافذ کر ہی دیا گیا ہے تو دو ماہ کے اندر مطلوبہ نتائج حاصل کر کے موجودہ اسمبلی کو بحال کیا جائے یا نئے انتخابات کروائے جائیں۔ ہمارا ماضی گواہ ہے کہ عوامی نمائندگی میں طویل رکاوٹ ڈالنا کبھی ملک کے لئے مفید ثابت نہیں ہوا۔ ہماری رائے میں گورنر راج کی وجہ سے کراچی میں دو یا تین ماہ سے زیادہ امن و امان قائم نہیں رکھا جا سکے گا۔ سوال یہ ہے کہ پھر کیا ہو گا؟

قارئین توجہ فرمائیں!

زیر نظر شمارہ دو شماروں کا قائم مقام ہے۔ گزشتہ ہفتے بوجوہ پرچہ شائع نہیں کیا جا سکا تھا' اسکی تلافی کے طور پر زیر نظر شمارہ کی ضخامت میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا گیا ہے اور اسی مناسبت سے اسکی قیمت بھی عام شماروں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ قارئین نوٹ فرمالیں کہ آئندہ ہفتے تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کی مصروفیات کے باعث ہمیں پرچے کی اشاعت کا ناغہ کرنا پڑے گا جس کیلئے ادارہ پیشگی معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

سالانہ اجتماع

ناظم تربیت چوہدری رحمت اللہ بٹر کا پیغام

اللہ کے وہ بندے جو اللہ کی بندگی کو اپنی ذات' معاشرہ اور ملک پر نافذ کرنے کی لگن لے کر میدان میں آئے ہوں' ان کی ایک نمایاں صفت "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" ہوتی ہے۔ وہ اپنے ہم مقصد ساتھیوں کے ساتھ جس اخوت و محبت کے رشتے میں منسلک ہوتے ہیں اس کی تشفی کے لئے موقعہ کی تلاش میں ہوتے ہیں کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل بیٹھیں' ان کے ایمانی و تحریکی جذبوں سے حرارت حاصل کریں' ان کے حالات سے آگاہی حاصل کریں' ان کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ انقلابی تنظیمیں اس مقصد کے حصول کے لئے علاقائی' صوبائی اور مرکزی سطح پر اجتماعات کا بندوبست کرتی ہیں تاکہ ان کے کارکن اپنے بھائیوں کے ساتھ مل بیٹھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان اجتماعات کے لئے طویل فاصلے اور سفر کی صعوبتیں رفقاء کو ہیچ نظر آتی ہیں۔ وہ کبھی اسلام آباد' کبھی لاہور اور کبھی کراچی کے اسفار کو خوشدلی سے اختیار کرتے ہیں۔ یہی اشتیاق ہے جس نے اس دفعہ سرحد و پنجاب کے رفقاء کو کراچی جانے کے لئے پکارا ہے اور رفقاء اس پکار پر لبیک کہتے ہوئے عازم سفر ہو رہے ہیں۔ یہی اشتیاق اور جنون ہے جو پچھلے سالوں میں کراچی کے رفقاء کو لاہور' اسلام آباد اور پشاور تک آنے پر ابھارتا رہا۔ اللہ کے یہ بندے جانتے ہیں کہ اللہ کی محبت انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو آپس میں ایک دوسرے سے اللہ کے لئے محبت کرنے والے ہوں۔ اسی کی محبت کی خاطر ایک دوسرے سے ملنے کا اشتیاق رکھتے ہوں اور اس کے لئے اپنے اموال خرچ کرنے والے ہوں۔ امید ہے امسال نومبر میں تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کی نوید تمام رفقاء کو سمیٹ کر پاکستان کے دل کراچی میں لا اکٹھا کرے گی۔ اور تنظیم کے ساتھی اپنے دلوں کی دھڑکنوں کی پیاس بجھانے کے لئے جوق در جوق سفر کے لئے تیاری کر رہے ہوں گے اور راقم کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھے ہوئے ہوں گے۔

سالانہ اجتماع کے مقاصد اور ہماری ذمہ داریاں

تحریر: حافظ محمد مشتاق ربانی، گوجرانوالہ

انسانی تاریخ کے ہر دور میں اجتماعیت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے لیکن اسلام نے اجتماعیت کو غیر معمولی حیثیت دی ہے۔ دراصل اجتماعیت کے بغیر اسلام نامکمل ہے۔ مثلاً انفرادی نماز کے مقابلہ میں باجماعت نماز ستائیس گنا فضیلت رکھتی ہے، جمعۃ المبارک کا بنیادی فلسفہ اجتماعیت قائم رکھنا ہے اور عیدین کا مقصد بھی اجتماعی خوشی کو فروغ دینا ہے۔ چنانچہ اسلام کے بیشتر امور اجتماعیت کے بغیر ادا نہیں کیے جا سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام ایک نظریاتی، اصولی اور فلاحی مملکت کے قیام کو ناگزیر قرار دیتا ہے۔

اجتماعات تحریکوں کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور کارکنان، جماعت کو منظم، متحرک اور مربوط رکھنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء بھی اسرہ جات کی صورت تقریباً ہر ہفتہ میں جمع ہو کر تنظیمی امور کے بارے میں سوچ بچار کرتے ہیں۔ مہینے میں بھی ایک عمومی اجتماع کرتے ہیں جس میں تنظیم کے فکر کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں سال میں مرکز کی طرف سے کسی بھی مقام پر اجتماع منعقد کیا جاتا ہے تاکہ کم از کم سال میں ایک مرتبہ تو رفقاء کی باہمی ملاقات ہو سکے۔ یہ سالانہ اجتماع تمام رفقاء کے لئے لازمی ہوتا ہے۔ اس مرتبہ یہ اجتماع کراچی میں ۶، ۷، ۸ نومبر کو منعقد ہو رہا ہے۔ رفقاء اس میں دلچسپی سے شرکت کر کے اس اجتماع کو رونق بخش سکتے ہیں۔ ایسے سالانہ اجتماعات کی اپنی قدر و قیمت ہوتی ہے جس کے بارے میں مولانا مودودیؒ نے ایک اجتماع کے موقع پر فرمایا:

"یہاں اجتماع کے لئے دعوت عام دی گئی تھی اور اعلان کیا گیا تھا کہ زیادہ سے زیادہ ارکان شریک ہونے کی کوشش کریں مگر کچھ افراد عذر معقول کے بغیر نہیں آئے بلکہ کچھ نے عذر پیش کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔ لوگوں کے لئے ان کے معمولی کام ان کے روزمرہ کے مشاغل، ان کے خانگی امور، ان کے دنیوی مفاد اس سے بڑھ کر اہمیت رکھتے ہیں کہ وہ جماعت کی پکار پر لبیک کہیں اور اسی بنا پر وہ غیر اولی الضرر ہونے کے باوجود بیٹھے رہ گئے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے کچھ رفقاء کو اس کام سے حقیقی دلچسپی نہیں ہے۔ اگر فی الواقع وہ جانتے کہ یہ اجتماع کیا معنی رکھتا ہے اور جماعت کی پکار سے ان پر کیا لازم ہے اور جو عہد انہوں نے اپنے رب سے کیا ہے اس سے کیا ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں تو سخت سے سخت مشغولیت کو بھی یہاں کی حاضری پر ترجیح نہ دیتے"۔

سالانہ اجتماع کے مقاصد

(۱) تجدید فکر:

وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی فکر میں عموماً تین طرح کی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ کبھی یہ فکر افراط کا شکار ہو جاتی ہے اور کبھی تفریط کی طرف جھکتی نظر آتی ہے اور بسا اوقات زنگ آلود ہو جاتی ہے۔ ان تینوں صورتوں کا علاج ایک تو فکر کا احتساب ہے اور دوسرا تنظیم کے ہر پروگرام میں شرکت کو لازمی خیال کرنا ہے۔ اس سالانہ اجتماع کا اولین پہلو یہی ہے کہ ہم اپنی فکر کی تجدید کر سکیں اور ویسے بھی رفقاء کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی فکر میں وسعت اور پختگی پیدا کریں۔ جیسے اقبال نے کہا ؎

آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

(۲) تربیت:

تربیت کرنے کے مختلف پہلو اور طریقے ہوتے ہیں لیکن عملی طور پر کسی کام کو انجام دینا تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ جیسا کہ اجتماع کے لئے دور دراز سے صعوبت سفر برداشت کر کے آنا، کاروبار کو بند کرنا، گھر کے آرام و سکون کو خاطر میں نہ لانا اور طبیعت کے موافق کھانا نہ ملنا، اسی طرح کے اور دیگر امور ہیں جس سے رفقاء و احباب کی تربیت ہوتی ہے اور ایسے ہی مسلسل مشغول رہنا رفقاء میں اقامت دین پر قربان ہونے کو مجبور کرتا ہے۔ یہ تربیت انقلابی کارکنوں کے لئے غذا کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ تربیت یافتہ رفقاء ہی تنظیم کے تقاضوں کو بخوبی جانتے ہیں جیسے اکبر الہ آبادی نے کہا ؎

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر تعمیر نہ کر بنیاد نہ رکھ

(۳) تحریک:

سالانہ اجتماع کا مقصد رفقاء میں حرکت پیدا کرنا بھی ہے۔ جب رفقاء بھاگ دوڑ کرتے ہیں تو ان کی لگن تنظیم کے لئے مزید گہری ہوتی ہے۔ حرکت اور تحریک ہی تنظیموں کو آگے بڑھنے پر مجبور کرتی ہیں اور اگر یہ تحریک رفقاء میں ختم ہو جائے تو تنظیم آگے بڑھنے سے رک جاتی ہے۔ جیسے ؎

جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اِک بہانہ

(۴) تعلیم و تعلم:

اس اجتماع سے تعلیم و تعلم کا مقصد بھی حاصل ہوتا ہے۔ اکابرین تنظیم یہ کوشش کریں گے کہ کم سے کم وقت میں رفقاء کو زیادہ سے زیادہ دینی تعلیمات بہم پہنچا سکیں اور دوسری طرف رفقاء کے طرز عمل اور ان کے سوالات سے امراء تنظیم کو عملی تجربات حاصل ہوں گے۔ مزید برآں امیر محترم کے خیالات سے فیض یاب ہونے کا موقع ملے گا جن کی گفتگو کئی کتابوں کا نچوڑ ہوتی ہے اور ایمان میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

(۵) جائزہ:

اکابرین تنظیم اور خصوصاً امیر محترم کو بہتر طریقے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مجموعی طور پر رفقاء کس قدر منظم، متحرک اور مربوط ہیں۔ رفقاء کی سوچ کس سمت سفر کر رہی ہے اور اپنی فکر سے کس قدر دلچسپی رکھتے ہیں۔ دوسری طرف رفقاء کو بھی اچھے طریقے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ امیر محترم کے سامنے اس وقت کیا ترجیح ہے اور وہ ہمیں کس جانب لے جا رہے ہیں۔

(۶) اجتماعیات کا احساس:

سالانہ اجتماع سے رفقاء میں یہ احساس بھی بیدار کرنا مقصود ہے کہ ہم اکیلے ہی جانب منزل سفر نہیں کر رہے ہیں بلکہ دوسرے افراد بھی ہماری طرح نفاذ شریعت کے لئے کوشش کر رہے ہیں، ان میں بوڑھے، جوان، خواتین، غریب، امیر طبقہ سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں اور یہ چیز رفقاء کو مزید حوصلہ فراہم کرتی ہے۔

(۷) ربط و تعلق:

رفقاء میں باہمی ربط و تعلق انتہائی ضروری ہے جو کہ ایسے اجتماعات منعقد کر کے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ایسے بہت سے رفقاء ہوتے ہیں جو منفرد ہوتے ہیں انہیں بھی کم از کم سال میں ایک مرتبہ اجتماعیت میں باقاعدہ قدم رکھنے کا

موقع مل جاتا ہے۔ علاوہ ازیں رفقاء کو امراء سے ملاقات کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اکٹھے رہنے سے میل جول کی فضا قائم ہوتی ہے جو کہ محبت کو مزید فروغ دیتی ہے۔

(۸) احتساب :

مرکز سے دور رہنے سے طرح طرح کے اشکالات' شبہات اور اعتراضات پیدا ہو جانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ ایسے اجتماعات سے فکر کے احتساب کے علاوہ امیر محترم کی ذات کے متعلق بھی سوالات کئے جا سکتے ہیں اور رفقاء اپنے اعتراضات کا ازالہ کرنے کے بعد از سر نو تنظیم کے ساتھ اقامت دین کا کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۹) عزم نو :

جب رفقاء اقامت دین کے کام کی اہمیت کو مختلف پہلو سے جانتے ہیں تو مختصر سے عرصے میں تربیت پانے کے بعد ان میں کام کرنے کا از سر نو عزم پیدا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھیں اگر اجتماع میں شرکت کے باوجود کوئی نیک جذبہ پیدا نہیں ہوتا تو کسی حد تک اجتماع کا مقصد رائیگاں جاتا ہے۔

ہماری ذمہ داریاں

(۱) نظم و ضبط :

اجتماع کے سلسلہ میں ہماری اولین ذمہ داری یہ ہے کہ نظم و ضبط کو قائم کریں۔ یہ اسی صورت میں ممکن جب ہم منتظمین کی دی ہوئی ہدایات پر سختی سے عمل کریں گے۔ جہاں یہ نظم بہتر انتظامات سے وابستہ ہے وہاں یہ شرکاء اجتماع سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ نظم و ضبط کے سلسلہ میں اپنی خدمات پیش کریں۔

(۲) خوش خلقی :

اگر آپ رحماء بینھم کی عملی تصویر بننا چاہتے ہیں تو خوش خلقی جیسے وصف کو اپنے لئے لازم قرار دیجئے۔ ہر رفیق دوسرے ساتھی سے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرے اور خصوصاً ہمارا رویہ ذمہ دار افراد کو پریشان نہ کرے' ویسے بھی اسلام ہمیں ہر جگہ بہترین اخلاق اپنانے کی پرزور تاکید کرتا ہے۔ ایسے مواقع پر تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

(۳) ایثار :

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کی خود ضرورت ہو لیکن خود استعمال کرنے کی بجائے کسی دوسرے فرد کو دے دی جائے' قرآن حکیم نے اسے مومنین کی صفت قرار دیا ہے' ایسی صفت کی ضرورت ایسے مواقع پر بڑھ جاتی ہے لہٰذا اجتماع کے دوران ہمیں اس صفت سے دوستی کرنی ہو گی خصوصاً کھانے کے دوران اس عظیم صفت کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑا جائے۔

(۴) نفاست :

نفاست کی ضرورت ہر لمحہ اور ہر جگہ ہے لیکن ایسے دینی اجتماع میں اس کا مقام اور مرتبہ بہت زیادہ ہے۔ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھیں' اپنے ماحول کو خوشگوار بنائیں اور نفاست کی ترغیب دوسرے افراد کو بھی دیں۔ یہی نفاست کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور ویسے بھی اسلام کا مجموعی مزاج نفاست کا خیال رکھتا ہے۔

(۵) استماع :

اس سے مراد مقررین کی گفتگو کو کان لگا کر سننا ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہو کہ مقررین اپنی گفتگو کر رہے ہوں اور ہم اونگھ یا نیند کے مزے لے رہے ہوں۔ ہمیں ہر تقریر کے دوران خاموشی اختیار کرنی چاہئے اور دوران تقریر ہمیں اجتماع گاہ سے باہر نہیں نکلنا چاہئے۔ اگر ہم اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتے تو دراصل ہم نے اپنے وقت کا بہتر استعمال نہیں کیا اور اس صورت میں ہم اپنے مقاصد کو پورا نہیں کر سکتے۔

(۶) انفرادی احساس :

ہر شخص کو اجتماع کے کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ انفرادی احساس سے ہی اجتماعی احساس ابھرتا ہے ہمیں ان افراد کی طرح نہیں ہونا چاہئے کہ جن کو کسی بادشاہ نے رات کے اندھیرے میں خالی تالاب کو دودھ سے بھرنے کے لئے کہا لیکن اندھیرے میں ہر شخص تالاب میں دودھ کی بجائے پانی ڈالتا گیا کہ اس اکیلے کے پانی ڈالنے سے کیا فرق رونما ہو گا مگر صبح وہ تالاب دودھ کی بجائے پانی سے بھر گیا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں انفرادی احساس پیدا کرنا چاہئے کہ کوئی اپنی ذمہ داریاں پوری کرے یا نہ کرے' ہر صورت میں ہمیں اپنے فرائض کو ادا کرنا ہے۔

(۷) مشکوک افراد پر نظر :

کراچی کے نازک حالات سے تقریباً سبھی واقف ہیں کہ یہاں آئے روز دہشت گردی کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے سیکورٹی کا انتظام یقیناً مناسب ہو گا لیکن یہ بات واضح ہے کہ جو حفاظت آدمی خود اپنی کر سکتا ہے' دوسرا شخص نہیں کر سکتا ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے ارد گرد کے ماحول پر عقابی نظر رکھیں کہ کوئی منحوس آدمی اپنے مذموم عزائم میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اگر کسی مشکوک آدمی پر نظر پڑے تو فوراً سستی کئے بغیر اپنے ذمہ دار افراد کو مطلع فرمائیں۔ اصل محافظ خدا کی ذات ہے کہ جس کے ہر کام میں خیر کا پہلو ضرور ہوتا ہے۔

(۸) وقت کی پابندی :

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ امیر محترم وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھتے ہیں اور تاخیر سے آنے کو مناسب خیال نہیں کرتے ہیں لہٰذا یہ اجتماع آپ سے تقاضا کرتا ہے کہ ہر پروگرام میں متعین وقت پر حاضر ہوں اور پروگرام کے اختتام پر ہی اپنی نشست کو چھوڑیں۔ ایسا ممکن ہے کہ اجتماع کے دوران کسی ایسے موضوع کو شروع کر دیا جائے جو آپ کی طبیعت کے لئے ناگواری کا باعث بنتا ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس پروگرام میں شرکت نہ کریں یا غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کریں۔

(۹) منتظمین کی ہدایات پر عمل :

تین دن کیسے بسر کرنے ہیں' اس کی پوری تفصیل آپ کو مل ہی جائے گی لیکن ہم اس پروگرام کو اسی صورت بہتر بنا سکتے ہیں' جب ہم اپنے منتظمین اجتماع کی ہدایات پر خود ہی سختی سے عمل کریں' جیسے اپنی آمد کے وقت تعارفی کارڈ حاصل کرنا' اپنی متعین شدہ رہائش گاہ بغیر اجازت کے نہ چھوڑنا اور اسی طرح کی دیگر ہدایات پر عمل کر کے ہی ہم اپنے اجتماع کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔

(۱۰) اجازت :

اگر ہم کسی ضروری کام کی غرض سے باہر جانا ضروری محسوس کریں تو ہمیں اپنے امیر سے اجازت لئے بغیر نہیں جانا چاہئے لیکن اگر کسی مصلحت کی بنا پر امیر آپ کو اجازت نہ بھی فرمائیں تو ناراضگی کا اظہار ہرگز نہ کریں بلکہ خوش دلی سے ان کی ہدایات پر عمل کریں۔ اگر ہم بغیر اجازت کے باہر جا رہے ہیں تو یہ عمل ہمیں اور امراء دونوں کو پریشان کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

آخر میں ہمیں اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ جس نے پرخطر حالات میں بھی اقامت دین کی جدوجہد کے لئے اکٹھے کیا اور مختلف رنگ' نسل اور زبان رکھنے والے افراد کو اپنی سکینت کے سائے تلے جگہ عنایت کی۔ ایک مرتبہ پھر یاد رکھیں ہمیں اجتماع کے مقاصد اور ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہو گا اور خاص کر اجتماع کے پیغام کو ہر جگہ عام کرنا ہو گا۔

ہمارا مطالبہ ہماری اپیل
دستورِ خلافت کی تکمیل

قاضی حسین احمد پاکستان کے "مذہبی بھٹو" بن سکتے ہیں!

جماعت اسلامی ابتدا میں ایک اصولی' اسلامی' انقلابی جماعت تھی!

تنظیم اسلامی کی کوششوں سے نظام خلافت کی اصطلاح اب عام ہو چکی ہے

شریعت بل کی سینٹ سے منظوری کے بعد حکمران شریعت کے نفاذ پر مجبور ہوں گے

دینی جماعتیں پورے دین کو نافذ کرانے کے لئے پریشر گروپ تشکیل دیں

ہفت روزہ "زندگی" بابت ۲۵ تا ۳۱/۱ اکتوبر ۹۸ء میں شائع شدہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا انٹرویو

☆ آپ مولانا مودودیؒ کی زندگی ہی میں جماعت اسلامی سے علیحدہ ہو گئے تھے مگر آپ کو جماعت میں رہتے ہوئے اور اس سے علیحدگی کے بعد قریب سے دیکھنے کا موقع بہرحال ملا۔ موجودہ دور کی جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ کے دور کی جماعت اسلامی میں کیا فرق محسوس کرتے ہیں؟

○ میرا ذاتی تجزیہ ہے کہ مولانا مودودیؒ کی جماعت اور موجودہ جماعت میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ ایک رخ تھا کہ جس پر مولانا مودودیؒ نے جماعت کو ڈالا البتہ اس راستے کے تقاضے سارے کے سارے ایک دم واضح نہیں ہو گئے تھے بلکہ رفتہ رفتہ وہ واضح ہوتے گئے اور انہیں اختیار کیا جاتا رہا۔ ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ 1951ء سے مولانا مودودیؒ نے جو تبدیلیاں کی تھیں اب وہ برگ وبار لا رہی ہیں۔

☆ 1951ء میں ایسی کیا تبدیلیاں کی گئی تھیں جن کی طرف آپ نے اشارہ کیا۔ کیا ان تبدیلیوں سے جماعت کی سمت تو تبدیل نہیں ہو گئی تھی۔

○ پاکستان بننے کے بعد مولانا مودودی نے جو پالیسی اختیار فرمائی اس میں ایک قدم جو انہوں نے اٹھایا وہ سو فیصد درست تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ ملک نیا بنا ہے۔ اس کا دستور بھی نیا بنے گا لہٰذا اس کی عمارت دینی بنیادوں پر استوار کی جائے۔ اس وقت تک جماعت اسلامی معروف معنوں میں ایک سیاسی جماعت نہیں تھی۔ اس نے انتخابات میں کبھی حصہ نہیں لیا تھا لہٰذا جو بھی دینی عناصر تھے خواہ ان کا تعلق مسلم لیگ سے تھا یا کسی اور جماعت سے' ان سب نے مولانا کی اس بات کی تائید کی۔ اس میں سب سے زیادہ اہم رول مولانا شبیر احمد عثمانی نے ادا کیا۔ وہ اسمبلی کے ممبر تھے اور ان کی مساعی ہی سے قرارداد مقاصد پاس ہوئی۔

☆ قرارداد مقاصد کے پاس ہونے پر کوئی شور نہ ہوا کیونکہ اس زمانے میں سیکولرازم کا بہت چرچا ہوا کرتا تھا؟

○ بہت زیادہ شور اٹھا تھا۔ سیکولر حلقوں کی طرف سے کہا جانے لگا کہ اس ملک میں کس کا اسلام آئے گا' سنی کا' شیعہ کا' دیوبندی یا بریلوی کا۔ میرے نزدیک قرارداد مقاصد کا پاس ہونا ایک بہت بڑا معجزہ تھا۔ بیسویں صدی کا وسط تھا جس میں دنیا میں سیکولرازم کا ڈنکا بج رہا ہے اور ایک ملک کی کروڑوں عوام کی اسمبلی نے کہا کہ ہم اللہ کی حاکمیت پر ایمان رکھتے ہیں۔

دوسرا معجزہ اگلے سال ہو گیا جب تمام مکاتب فکر اور تمام فقہوں کے اعلیٰ نمائندوں نے' سربر آوردہ قیادت کے اکتیس علماء نے' اکٹھے ہو کر بائیس نکات پیش کئے۔ ان اکتیس علماء میں شیعہ' سنی' دیوبندی' بریلوی' جماعت اسلامی یعنی ہر مکتبہ فکر کی چوٹی کی قیادت نے باہمی اتفاق رائے سے بائیس نکات پیش کر کے سیکولرازم والوں کے غبارے سے ہوا نکال دی۔

☆ آپ ذکر کر رہے تھے مولانا مودودیؒ کا کہ انہوں نے 1951ء میں جماعت کی سمت تبدیل کر دی؟

○ جی ہاں۔ 1951ء میں مولانا مودودیؒ نے ایک بہت ہی غلط قدم اٹھایا۔ انہوں نے انتخابی سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ اب گویا اسلام ایک پارٹی بن گیا اور پوری قوم کا مطالبہ نہ رہا۔ جماعت اسلامی کی قلب ماہیت ہو گئی اور وہ ایک سیاسی جماعت بن گئی۔ انہوں نے یہ فیصلہ نیک نیتی سے کیا تھا۔ اس میں کسی بدنیتی کو دخل نہیں تھا لیکن جیسے کہ کہا جاتا ہے بڑے آدمی کی غلطی بھی بڑی ہو جاتی ہے۔ ابتدا میں جب انہوں نے سیاسی میدان میں اترنے کا فیصلہ کیا تو وہ بہت پرامید تھے۔ بلکہ انہوں نے ایک نیا اور آئیڈیل نظام بنایا۔ انہوں نے کہا کہ کوئی خود امیدوار نہیں بنے گا کیونکہ یہ حرام ہے۔ پارٹی ٹکٹ حرام ہے بلکہ ووٹرز ایک حلف نامے پر دستخط کریں گے کہ ہم کسی برادری یا گروہ سے وابستگی کی بنیاد پر ووٹ نہیں دیں گے۔

☆ کیا یہ حلف نامہ عام ووٹروں کے لئے تھا یا ان کی پارٹی کے کارکنان کے لئے۔

○ نہیں۔ انہوں نے یہ آئیڈیا عوام الناس کے لئے پیش کیا تھا۔ ان کا مزید منصوبہ یہ تھا کہ عوام کی پنچائتیں بنیں گی اور یہ پنچائتیں بیٹھ کر کسی امیدوار کا فیصلہ کریں گی اور یہ پنچائتیں ہی اس کو نامزد کریں گی اور یہ دیکھیں گی کہ وہ صاحب کردار اور نیک ہے۔ پھر اس سے درخواست کریں گے۔ امیدوار خود نہیں کہے گا کہ وہ انتخاب لڑنا چاہتا ہے۔ یہ پنچائتیں بھی انتخاب کے لئے پیسے خرچ کریں گی اور کنویسنگ کریں گی۔ امیدوار نہ تو پیسہ خرچ کرے گا اور نہ ہی کسی سے ووٹ مانگنے جائے گا۔ یہ آئیڈیل نظام تھا لیکن معاشرہ اس طرح پر نہیں تھا کہ اسے قبول کرتا۔

☆ کیا انہیں امید تھی کہ اس آئیڈیا کے تحت وہ کچھ نشستیں بھی جیت لیں گے۔

○ ہاں ان کا خیال تھا بلکہ انہیں یقین تھا کہ وہ چالیس نشستیں حاصل کر لیں گے مگر وہ ایک سیٹ پر بھی جیت نہ سکے۔ اس کے بعد جب اگلا الیکشن بہاولپور میں آیا تو جماعت اور مولانا نے اپنا Level کچھ نیچے کیا اور الیکشن

میں حصہ لیا۔ اس طرح وہ مسلسل الیکشن میں حصہ لیتے اور Level نیچا کرتے رہے لیکن ہوتا یہ تھا کہ اگر وہ ایک قدم نیچے اترتے تھے تو معاشرہ دو قدم مزید نیچے اتر جاتا تھا لہٰذا یہ کھیل ہی رہا۔ یہ اس کے پیچھے دوڑتے رہے مگر ان کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ 1970ء کے انتخابات کے بعد جس میں ایک دفعہ پھر وہ بھاری کامیابی کی امید لگائے بیٹھے تھے' ناکام ہو گئے۔ ناکامی کے بعد 1971ء میں وہ انتخابی سیاست سے مایوس ہو گئے اور ان کو یہ محسوس ہونے لگا کہ اس ملک میں انتخابی سیاست کے ذریعے کامیابی حاصل کرنا ممکن نہیں لیکن جو پالیسی 1951ء سے چلی آ رہی تھی اور جسے روبہ عمل آئے ہوئے بیس برس ہو گئے تھے اور کارکنوں کا مزاج جس کے مطابق ڈھل گیا تھا۔ وہ تو انتخاب میں حصہ لینا چاہتے تھے۔

1951ء سے قبل کی جماعت اسلامی کے لئے میں اصولی' اسلامی' انقلابی جماعت کے الفاظ استعمال کیا کرتا تھا۔ یہ تینوں الفاظ نہایت اہم ہیں اور ان پر غور کرنے کی ضرورت ہے مگر 1951ء کی تبدیلی کے بعد یہ جماعت اسلام پسند قومی سیاسی جماعت بن گئی۔ سیاسی جماعت کے تقاضے اسی طرح چلتے رہے۔ مولانا مودودیؒ تبدیل ہو گئے اور میاں طفیل محمد صاحب امیر بن گئے لیکن وہ اس رستے پر چلتے رہے۔ ضیاء الحق کے زمانے میں ایک ایسا دور آیا کہ جماعت اسلامی کا کوئی رول ہی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ انہوں نے ضیاء الحق کے مارشل لاء کے ساتھ تعاون بھی کیا تھا۔ وزراتیں بھی لی تھیں۔ اس جماعت پر یہ ایک داغ بھی لگ چکا تھا۔

میاں طفیل محمد جماعت اسلامی کو ایجی ٹیشن کی سیاست کی طرف نہیں آنے دے رہے تھے۔ کراچی کی جماعت اسلامی کی شدید خواہش تھی کہ احتجاجی سیاست شروع کی جائے لیکن میاں صاحب اس میں رکاوٹ تھے۔ یہ سٹیٹس Status کچھ دیر رہا۔

قاضی صاحب کے آنے کے بعد جماعت میں کیونکہ ایک دم ہلچل شروع ہو گئی اس لئے لوگوں کو فرق محسوس ہونے لگا اور وہ سمجھنے لگے کہ قاضی صاحب نے جماعت کو انتخابی سیاست کی راہ پر ڈال دیا لیکن فرق صرف یہ پڑا تھا کہ وہ عمل جو میاں طفیل محمد کے دور میں ذرا دب گیا تھا' رُک گیا تھا۔ قاضی صاحب کے دور میں تیزی سے آگے بڑھا۔ قاضی صاحب کا خیال تھا کہ اس ملک میں جب تک کسی شخصیت کو اُبھارا نہ جائے' اسے نمایاں نہ کیا جائے' اس کا سیاسی بت نہ تراشا جائے' کوئی گانا بجانا نہ ہو اور ہمارا جو لوک ورثہ ہے' اس کا مظاہرہ نہ ہو تو کامیابی نہیں ملتی۔ جو کچھ بھٹو نے کیا تھا وہی کچھ قاضی صاحب کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ سمجھتے تھے کہ شاید کوئی کامیابی حاصل ہو جائے۔ یہ سب کچھ کیونکہ قدرے نیا تھا اس لئے لوگوں کو عجیب سا محسوس ہونے لگا۔ وہ سمجھنے لگے کہ انتخابی سیاست کی طرف جماعت کو قاضی صاحب لائے ہیں لیکن حقیقت میں یہ مولانا مودودیؒ کی 1951ء میں شروع کردہ پالیسی کا تسلسل تھا۔

☆ آپ کا خیال ہے قاضی صاحب نے خود کو بھٹو کی طرح سیاسی میدان میں پیش کیا۔

○ بالکل وہی سٹائل اپنانے کی کوشش کی گئی۔ ان کے بڑے بڑے ہورڈنگ بنائے گئے۔ نغمے گانے' ہلا گلا' ڈرامے' یہ سب کچھ کیا گیا۔ بگھی اور اس میں بے شمار گھوڑے جوتے گئے۔ یعنی انہوں نے وہ سب کچھ کیا جو ان کے خیال میں کامیابی کے لئے کیا جا سکتا تھا۔ "ہم نے کیا کیا نہ کیا دیدہ دل کی خاطر" لیکن بہر حال کامیابی نہ ہوئی اور ہاتھ پلے کچھ نہیں آیا۔

قاضی حسین احمد نے اب البتہ جو انتخابات سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔ اس سے تبدیلی محسوس ہو رہی ہے۔ گو وہ یہ تو نہیں کہہ رہے کہ ہم نے مستقلاً انتخابی سیاست کا راستہ چھوڑ دیا ہے لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ انہیں یہ یقین ہو گیا ہے کہ موجودہ سسٹم میں انتخاب میں حصہ لینے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ نظام کو بدلنا ہو گا۔ نظام کو بدلنے کے لئے وہ ایجی ٹیشن کی طرف آنا چاہتے ہیں۔

☆ کیا وہ طریقہ کار "پنچایت والا" اور جس کے تحت خود کو امیدوار کہنا منع تھا انہوں نے جماعتی انتخاب کے لئے تو نہیں اپنایا تھا۔

○ نہیں یہ عام انتخابات کے لئے تھا۔ جماعتی انتخاب بالکل خفیہ طور پر ہوتے ہیں۔

☆ یہ سوال میں اس لئے کر رہا ہوں کہ انہوں نے اب جماعت کی ممبر سازی بالکل عام کر دی ہے۔ انہوں نے چالیس پچاس لاکھ نئے ممبر بنانے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔

○ جی نہیں۔ ممبر شپ کو قطعاً اوپن نہیں کیا۔ یہ تو ایک دھوکہ ہے جو وہ دے رہے ہیں۔ وہ ممبرز نہیں ہیں۔ ان کے پاس ووٹ کا قطعی حق (Voting Right) نہیں ہے۔

☆ جماعت کے عہدے داروں یا قیادت کو منتخب کرنی کا حق ان نئے چالیس پچاس لاکھ ممبران کو نہیں ہے۔ کیا آپ یہی فرما رہے ہیں؟

○ انہیں کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ جماعت کے عہدے داروں یا قیادت کو چننے کے لئے ووٹ دے سکیں۔ وہ امیر کو منتخب نہیں کر سکتے۔ یہ تو صرف جو پہلے متفقین ہوا کرتے تھے یہ وہ ہیں' یہ ممبر نہیں ہیں' صرف نیا ٹائٹل دے دیا گیا ہے۔

☆ ان کا تو دعویٰ ہے کہ ہم نے اپنی جماعت کے دستور میں نئے ممبران بنانے کی شق شامل کی ہے۔ نئے لوگ ہمارے مکمل ممبر ہوں گے۔

○ انہیں ممبر کا نام دے دیا ہے لیکن ووٹ دینے کا قطعی کوئی حق نہیں جماعت اسلامی کبھی بھی یہ نہیں کرے گی کہ اس طرح نئے لاکھوں ممبران کو ووٹ کا حق دے۔ اگر وہ ایسا کرتی ہے تو اس کی قیادت بھک سے اڑ جائے گی۔

☆ لیکن سیاست کا مروجہ اصول تو یہ ہے کہ ان کے عام ممبران کو اپنی قیادت چننے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

☆☆ ○ بقیہ سیاسی جماعتوں میں انہیں بنانے یا ان کی قیادت کے لئے سامنے آنے والوں کا اس جماعت میں ایک حلقہ ہوتا ہے۔ مثلاً جاگیردار' صنعت کار' خاندانی نواب ہوتے ہیں۔ ان کا اپنا ایک حلقہ انتخاب ہوتا ہے ان کی Base ہوتی ہے۔ جماعت اسلامی کی قیادت کی کوئی Base نہیں۔ یعنی جماعت اسلامی سے جو کوئی بھی نکلا تو اس کی کیا حیثیت رہی۔ اگر وہ جماعت کے اندر رہتے ہوئے بہت بڑا لیڈر شمار ہوتا تھا تو جماعت سے نکلنے کے بعد وہ زیرو ہو گیا۔ اب نعیم صدیقی صاحب کو دیکھ لیں جماعت سے نکلنے کے بعد ان کی کیا حیثیت رہ گئی ہے۔ جماعت اسلامی میں ان کا ایک مقام تھا۔ ایک زمانے میں شیخ سلطان احمد صاحب (کراچی والے) ان کا بڑا غلغلہ ہوتا تھا لیکن جماعت سے نکلنے کے بعد زیرو ہو گئے۔

☆ قاضی صاحب نے تبدیلیاں لانے کی کوشش تو بہت کی؟

○ قاضی صاحب پر بہت دباؤ تھا کہ وہ جماعت کے سٹرکچر کو تبدیل کریں مگر پرانی قیادت اس کے آڑے آئی۔ ابھی پرانی قیادت کے کچھ لوگ باقی ہیں۔ وہ رکاوٹ بن گئے۔ ان کا کہنا تھا کہ بنیادی سٹرکچر یہی رہے گا۔ پھر انہوں نے جماعت کے متوازی کچھ تنظیمیں بنانے کی کوشش کی جن میں شباب ملی' پاسبان وغیرہ شامل تھیں۔ اس پر جماعت کے سینئر لوگوں نے اعتراض کیا کہ جب جماعت اسلامی موجود ہے تو آپ متوازی جماعت کیوں بناتے ہیں۔ ایک مرحلے پر پاسبان والوں نے قاضی صاحب سے کہا تھا کہ آپ جماعت اسلامی چھوڑ کر ہماری قیادت قبول کر لیں۔ اس وقت وہ ایک کرشماتی لیڈر کے طور پر بہت مقبول تھے لیکن قاضی صاحب نے ان کی یہ پیشکش قبول نہیں کی تھی۔

☆ آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟

○ مجھے پاسبان کے رہنما درانی صاحب نے یہ بات خود بتائی تھی۔ آج کل درانی صاحب غالباً ملت پارٹی میں شامل ہو گئے ہیں۔ درانی صاحب نے کہا تھا "قاضی صاحب نے جرأت نہیں کی۔"

☆ اتنی زبردست پیش کش انہوں نے قبول کیوں

نہ کی۔ اس وقت وہ بعض حلقوں کے نزدیک کرشماتی رہنما بن چکے تھے۔ ممکن ہے اس طرح وہ خاصے آگے چلے جاتے۔

○ اس کی وجہ یہ ہے کہ جماعت اسلامی کی جتنی مقبولیت پاکستان میں ہے ملک سے باہر اس سے دس گنا زیادہ ہے' وہاں سے پیسہ آتا ہے۔

☆ پیسہ آتا ہے؟ کیا مطلب کیا وہاں کی حکومتیں انہیں پیسہ دیتی ہیں؟

○ نہیں حکومتیں پیسہ نہیں بھیجتیں۔ سعودی عرب' امریکہ' برطانیہ' یا دیگر بہت سے ممالک میں وہ لوگ جنہیں ان سے ہمدردی ہے۔ بڑے بڑے خوشحال لوگ تعاون کرتے ہیں۔ وہ جماعت اسلامی کے نام کو پیسہ دیتے ہیں۔ یعنی جماعت اسلامی کا نام سونے کا انڈہ دینے والی ایک مرغی ہے۔ اس سے منقطع ہو کر وہ سونے کا انڈہ تو ظاہر ہے ختم ہو جائے گا۔ اس حوالے سے قاضی صاحب نے رسک نہیں لیا۔

☆ قاضی صاحب کے بارے میں آپ کہہ رہے تھے کہ وہ طلسماتی شخصیت بن چکے تھے اور اسی لئے انہیں پاسبان والوں نے قیادت کی پیشکش کی؟

○ ہاں میں نے اس زمانے میں بھی لکھا تھا کہ قاضی صاحب اس ملک کے ایک مذہبی بھٹو بن سکتے ہیں جس طرح بھاگ دوڑ انہوں نے کی' خطرے مول لئے' ڈنڈے بھی کھائے۔ جماعت کے کسی اور لیڈر نے آج تک ڈنڈا نہیں کھایا۔

☆ میاں طفیل محمد پر بھی تو مظالم توڑے گئے تھے۔

○ جیل کے اندر کسی کے ساتھ زیادتی کرنا یا اس پر ظلم کرنا اور بات ہے مگر میدان میں جا کر خود ڈنڈے کھانا اور بات ہے۔ جس طرح انہوں نے کرباٹھ کے مسئلے کو اٹھایا جس طرح وہ بھیسن گئے جس طرح وہاں کے تھانوں میں گئے۔

☆ آپ قاضی صاحب کی طلسماتی شخصیت کا ذکر کر رہے تھے؟

○ ہاں۔ میں نے ان دنوں بھی لکھا تھا کہ قاضی صاحب کی شخصیت کرشماتی بن چکی ہے۔ وہ قبول ہونے لگے ہیں لیکن وہ بھٹو بن کے بھی کیا کر سکتے ہیں کیونکہ بھٹو تو خود ماؤزے تنگ نہ بن سکا۔ وہ اور کچھ نہ کرتا۔ جاگیرداریاں ختم کر کے ماؤزے تنگ ضرور بن سکتا تھا۔ اس نے بھی تو کہہ دیا تھا کہ میرے پاس کھوٹے سکے ہیں۔ اگر کوئی طوفانی طور پر آ جائے لیکن اس کے بعد کچھ کر نہ سکے تو اس سے کیا فائدہ۔ قاضی صاحب بھٹو بن سکتے تھے اگر وہ اپنی جماعت سے کٹ کر کوئی علیحدہ تنظیم بناتے لیکن جماعت اسلامی میں رہ کر ایسا ممکن نہیں۔

☆ آپ نے قاضی صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ وہ نفاذ شریعت جیسے بڑے مسئلے پر توجہ رکھیں چھوٹے چھوٹے ایشوز کو نہ چھوڑیں۔ گو انہوں نے آپ کے مشورے کو رد تو نہیں کیا مگر پچھلے خاصے عرصے میں وہ چھوٹے چھوٹے ایشوز پر ہی توجہ مرکوز کئے ہوئے ہیں۔

○ انہوں نے ہمارا جو سیمینار ہوا تھا اس میں شرکت کی تھی۔ تقریر بھی کی تھی۔ ہماری تائید کی تھی۔ ہم نے جو مہم شروع کی تھی انہوں نے اس پر بھی دستخط کئے تھے۔ یہ سب تھا مگر ان کا کہنا تھا کہ ہمیں حکومت سے کوئی توقع ہے۔ وہ اپنا وقت ضائع کرنا اور خود اسے own کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ ہمیں کہتے تھے کہ ہم آگے بڑھیں۔

دفعتاً انہوں نے شریعت کا نام لیا۔ اس سے پہلے وہ دوسرے ایشوز لے رہے تھے۔ جیسے جمعہ کی چھٹی کا مسئلہ تھا یا بجلی کے بلوں کے بارے میں اگرچہ وہ ان میں کامیاب نہ ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ ایسے مسئلوں کو لے کر اٹھیں جن کی وجہ سے عوام کی توجہ حاصل ہو جائے کیونکہ ان کا ذہن سیاسی ہے اس لئے وہ سیاسی مسائل اٹھانا چاہتے تھے لیکن وہ ان میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ انہوں نے اچانک شریعت کے مسئلے کو اٹھایا۔ میرا خیال ہے کہ یہ بھی انہیں مجبوراً اٹھانا پڑا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا جو حلقہ سرحد میں ہے وہاں صوفی محمد کا بہت اثر ہے اور مالاکنڈ میں نفاذ شریعت کے حوالے سے خاصی موثر تحریک چل سکتی تھی۔ اس لئے انہوں نے شریعت کا مسئلہ اٹھایا لیکن ہوا یہ کہ وہ ترپ کا پتہ جو قاضی صاحب کے ہاتھ میں تھا نواز شریف صاحب نے اچک لیا۔ لہٰذا وہ مسئلہ بھی ان کے ہاتھ میں باقی نہ رہا لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ شریعت بل کے حوالے سے قاضی صاحب کا ردعمل بہت صائب ہے۔ انہوں نے بالکل صحیح طرز عمل اختیار کیا ہے۔ دوسری جماعتوں کے مقابلے پر انہوں نے بہت اچھے ردعمل کا مظاہرہ کیا بلکہ انہوں نے سینیٹ کو بھی درخواست کی ہے کہ وہ اس بل کو پاس کر دے تاکہ حکومت کے پاس کوئی حجت باقی نہ رہے۔ قاضی صاحب نے یہ بھی کہا کہ دوسری جماعتوں کو چاہئے کہ شریعت پر عمل ہونے تک پریشر قائم رکھیں۔

☆ آپ کے خیال میں نواز شریف شریعت بل کے نفاذ سے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

○ میرے خیال میں ان کے ذہن میں سعودی عرب کا نقشہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ شریعت کے نفاذ سے جرائم کو اسی طرح ختم کریں جس طرح سعودی عرب میں ہوا ہے۔ سزائیں وغیرہ سعودی عرب کی طرح دے کر چوری چکاری اور ڈاکے وغیرہ ختم کر لیں۔ ان کی یہی ترجیحات ہیں۔ باقی مغربی معاشرت جس طرح چل رہی ہے جس طرح ہمارے ٹی وی پر پروگرام آ رہے ہیں۔ ناچ گانے وغیرہ' تو وہ اسی طرح چلتے رہیں گے۔ انہیں ختم کرنے کا ان کا ارادہ دکھائی نہیں دیتا۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی جماعتیں پورا پریشر قائم رکھیں تاکہ دین جو ہے وہ پورے کا پورا نافذ ہو۔ جزوی معاملہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمہ گیر (آل راؤنڈ) نفاذ ہونا چاہئے۔

☆ آپ نے جس طرح فرمایا کہ جماعت اسلامی 1951ء سے انتخابی سیاست میں آ گئی۔ اس کے باوجود اسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی لیکن آپ تو انتخابی سیاست میں نہیں آئے اور خالصتاً دین کا کام کر رہے ہیں' آپ کو کس حد تک کامیابی ملی ہے۔ بادی النظر میں تو زیادہ کامیابی دکھائی نہیں دیتی۔

○ انتخابی سیاست اور انقلابی سیاست میں بہت فرق ہے۔ انقلابی شخص سیاست میں نہیں آتا کیونکہ اس کے لئے سیاست بے کار ہوتی ہے۔

☆ انتخابی سیاست میں آنا کیوں بے کار ہے۔ کیا اس طرح کوئی انقلاب نہیں لایا جا سکتا۔

○ انتخابی سیاست کوئی انقلاب لانے کے لئے نہیں ہوا کرتی۔ انتخابات میں تو جو Defecto نظام ہے۔ سوشیو پولیٹیکل وہی Reflect ہو گا۔ اگر جاگیردار ہیں تو جاگیرداری نظام آئے گا اور جاگیردار اسے کیوں تبدیل کرے گا۔ اس کا مفاد اس نظام سے وابستہ ہے۔ الیکشن ہوتے ہیں کسی ملک کو چلانے کے لئے۔ اس کے نظام کو بدلنے کے لئے نہیں ہوتے۔ حالات کو بدلنے کے لئے انتخاب لایا جاتا ہے۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے یہ درست ہے کہ ہم نے انتخابی سیاست سے بالکل کنارہ کشی اختیار کی لیکن ہمیں وقت بھی تو زیادہ نہیں ملا۔ ایک اور فرق یہ بھی پڑ گیا ہے کہ اس وقت جبکہ میں کام کر رہا ہوں پہلے سے دو عظیم تحریکیں پاکستان میں موجود ہیں۔ بہت بڑے پیمانے پر پولرائزیشن بھی موجود ہے۔ یعنی انقلابی فکر کی حامی جماعت اسلامی ہے جس کے اثرات ہیں۔ لٹریچر اس کا پھیلا ہوا ہے۔ پورا ایک نظام ہے جس کے تحت ان کا کام ہو رہا ہے۔ اسی طرح ایک غیر انتخابی بہت بڑی تحریک ہے۔ یہ تبلیغی جماعت ہے جس کے بہت زیادہ اثرات ہیں۔ اس کے بیس بیس لاکھ کے اجتماعات ہوتے ہیں تو اس میں کسی نئی جماعت کے لئے Head Way بنانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے برعکس جب مولانا مودودیؒ اور مولانا الیاسؒ اٹھے تو ان کے سامنے اس طرح کی کوئی جماعتیں نہیں تھیں۔ مسلم لیگ سیاسی جماعت تھیں۔ جمعیت العلمائے ہند تھی تو وہ بھی سیاسی تھی۔ اس میں کچھ وقت لگے گا' مجھے کوئی پریشانی اور

تشویش نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں میرا جو Indirect اثر پڑ رہا ہے۔ معاشرے پر وہ بہت زیادہ ہے۔ بہ نسبت تنظیمی حوالہ سے۔ مطلب یہ ہے کہ اب لوگوں پر اس بات کا منکشف ہو جانا کہ الیکشن سے کچھ نہیں ہو گا' بہت بڑی بات ہے۔ یہی وہ بات ہے جو ہم کہتے چلے آرہے ہیں اور اسی بات پر ہماری جماعت سے علیحدگی ہوئی تھی۔ اب جس طرح خلافت کا لفظ عام ہو گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے کام کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔

☆ جماعت اسلامی انتخابی سیاست سے ہٹ گئی ہے جیسا کہ آپ نے بھی کہا۔ 1997ء کے انتخابات میں بھی انہوں نے حصہ نہیں لیا تھا۔ یہ ملک جمہوری ہے' نظام جمہوری چل رہا ہے۔ قاضی صاحب جب تقریر کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ انہیں اقتدار دیا جائے۔ آخر وہ اقتدار کس سے مانگتے ہیں۔ عوام سے تو بہر حال نہیں مانگتے کہ ان کے پاس اقتدار دینے کا سوائے انتخابات کے اور کوئی طریقہ نہیں۔

○ انہوں نے ایک دفعہ کہا بھی تھا کہ اگر اقتدار معین قریشی کو دیا جا سکتا ہے تو مجھے کیوں نہیں دیا جا سکتا۔ ان کا مطلب یہی ہے کہ جو مقتدر لوگ ہیں جن میں فوج کا بہت بڑا حصہ ہے جو' جب بھی کوئی بحران آتا تو آربی ٹریٹر کا رول ادا کرتی ہے۔ ممکن ہے وہ ان سے اقتدار طلب کرتے ہیں۔ واللہ اعلم لیکن یہ ہے مضحکہ خیز سی بات۔ بھلا آپ کو اقتدار کس طرح دیا جائے سلور پلیٹ میں رکھ کر یا گولڈن پلیٹ میں رکھ کر۔ ایک دور ایسا گزرا ہے کہ ان کی باتیں ایسی ہوا کرتی تھیں جیسے ایک کنفیوزڈ اور پٹڑی سے اترا ہوا انسان کرتا ہے لیکن اب ان کا ماضی قریب کا انداز بہتر ہے۔

☆ قرآن و سنت سپریم لاء بن گیا ہے اور پارلیمنٹ میں زیر بحث ہے۔ ایک ایسی جماعت جس نے قرار داد مقاصد اور مطالبہ دستور اسلامی منظور کروایا تھا' کیا اس کے لئے بہتر نہیں کہ وہ شریعت بل کی مکمل حمایت کرے اور چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں نہ الجھے۔

○ میں سمجھتا ہوں کہ اب نفاذ اسلام (Implimentation of Islam) کے لئے دباؤ بڑھانے کی ضرورت ہے۔ حکمت عملی کے طور پر پہلے ایسے ایشوز کو لینا چاہئے جس سے ہمارے عوام بھی محسوس کریں کہ یہ اسلام کا معاملہ ہے اور اس سے ان کی زندگیوں میں فرق محسوس ہونے لگے تو ایسے مطالبے کو لے کر اٹھنا چاہئے۔ اب عدالت کا معاملہ شروع ہو جائے گا۔ شریعت کورٹ پر سے پابندیاں ختم ہو جائیں گی۔ شریعت بل اگر منظور ہو جاتا ہے تو ہم کسی بھی معاملے کو شریعت کورٹ میں لے کر جا سکتے ہیں۔ ہم اس سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز شریعت کے خلاف ہے اور حکومت کو مجبور کیا جائے کہ اسے ختم کرے۔ یہ بدی ہے۔ انہوں نے جب شریعت بل میں یہ الفاظ بھی استعمال کئے ہیں کہ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" تو اس پر عمل بھی ہو سکتا ہے۔ اس طرح رٹ آف میڈمس (Writ oF Mandamus) وہ جاری کروائی جا سکتی ہے۔

☆ آپ کی باتوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے اس الزام کے برعکس نہ حکومت کو شریعت بل سے بہت زیادہ اختیارات ملیں گے کہ شریعت بل کی کامیابی کے بعد تو یہ الٹا پھنس جائیں گے۔

○ یہ بات بالکل صحیح ہے۔ اگر شریعت بل منظور ہو جاتا ہے تو یہ شریعت نافذ کرنے پر مجبور ہوں گے اور پھر یہ جگہ جگہ پھنسیں گے۔ یہ تاثر درست نہیں کہ انہیں کوئی بہت زیادہ اختیارات مل جائیں گے کیونکہ وہ 239 اور Dirctrves والی شقیں تو واپس ہو چکی ہیں۔ ذمہ داریاں بڑھ جائیں گی۔

☆ کیا یہ درست ہے کہ شریعت کے نفاذ کے حوالے سے وزیر اعظم ان کے بھائیوں اور والد نے آپ سے متعدد ملاقاتیں کی تھیں۔

○ شریعت بل کے حوالے سے نہیں بلکہ بہت پہلے وہ لوگ آئے تھے۔ اس کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ میں 1995ء میں عمرے کے لئے گیا لیکن چونکہ مجھے گھٹنوں کی تکلیف ہے اس لئے میں وہیل چیئر پر بیٹھ کر عمرہ کر رہا تھا۔ اچانک ایک بزرگ سے شخص نے آکر مجھ سے مصافحہ کیا اور پوچھا کہ میں کیوں وہیل چیئر پر بیٹھ کر عمرہ کر رہا ہوں؟ میں نے انہیں بتایا کہ میرے گھٹنوں میں تکلیف ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ لاہور میں مجھ سے ملاقات کریں گے۔ میں نے کہا اپنا تعارف تو کروائیں۔ اس پر انہوں نے کہا "میں میاں محمد شریف ہوں"۔ مجھے فوراً خیال آیا کہ میں نے ان کی تصویر کسی اخبار میں دیکھی تھی۔ ان کی تصویر ان دنوں اخبار میں شائع ہوئی تھی جب بے نظیر بھٹو نے انہیں گرفتار کروایا اور انہیں گھسیٹ کر گاڑی میں پھینکا گیا تھا' بڑی بدتمیزی کی گئی تھی۔ میاں شریف صاحب عموماً بیک گراؤنڈ میں رہتے ہیں اور ان کی تصویر شائع نہیں ہوتی ان دنوں کیونکہ ان کی گرفتاری کا بڑا چرچا تھا اس لئے تصویر شائع ہوئی تھی۔

جب میں واپس آرہا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ میاں صاحب اسی جہاز میں سفر کر رہے ہیں۔ میں اکانومی کلاس میں تھا اور یہ فرسٹ کلاس میں بیٹھے تھے تو میں خود اٹھ کر ان سے ملنے گیا۔ یہ گویا CourtesyCallinReturn- تھی۔ وہ حرم میں اٹھ کر میرے پاس آئے تھے۔ میں جہاز میں اٹھ کر ان کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے دوبارہ کہا کہ میں لاہور میں آپ سے ملاقات کروں گا۔ تقریباً سوا سال بیت گیا وہ نہیں آئے۔

میں نے چودہ فروری ۹۷ء کو باغ جناح میں دو گھنٹے طویل تقریر میں۔ جس میں آئین میں بعض ترامیم تجویز کی تھیں۔ مسلم لیگ کو 1946ء کے بعد پہلی بار اتنا بڑا مینڈیٹ ملا تھا۔ جو جماعت مر چکی تھی وہ زندہ ہو رہی تھی تو میرا خیال تھا کہ اسے ہمت کر کے آئین میں مناسب تبدیلیاں لانی چاہئیں۔ مجھے شام کو خیال آیا کیوں نہ اس تقریر کی کیسٹ میاں شریف صاحب کو بھجوا دی جائے۔ میں نے انہیں ایک خط لکھا کہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ لاہور میں مجھ سے ملاقات کریں گے لیکن آپ تو نہیں آئے۔ میں نے کئی بار سوچا کہ خود حاضر ہو جاؤں مگر دین کے خادموں کا امراء کے گھرانوں پر حاضری دینا کچھ مناسب بات نہیں۔ لیکن اب چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاندان کو انتخابات میں کامیابی دی ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ کے بیٹے سعادت مند بھی ہیں اور آپ کی بات سنتے ہیں۔ میں یہ کیسٹ اس لئے آپ کو بھیج رہا ہوں کہ یہ انہیں سنوا دیں۔ ان کے پاس تو وقت بھی نہیں ہو گا اور وہ تو ابھی مبارک بادیں وصول کرنے میں لگے ہوں گے۔ اگر آپ کہیں گے تو وہ اسے سن لیں گے۔ اگر کسی وضاحت کی ضرورت محسوس ہو تو مجھے بلا لیں میں آجاؤں گا۔ تیسرے دن ان کا فون آگیا کہ وہ اگلے دن اپنے بیٹوں کے ساتھ خود آئیں گے۔

☆ ان کا ایک بیٹا تو پہلے ہی مذہبی سا ہے۔

○ جی ہاں۔ عباس شریف نیک آدمی ہیں بلکہ درویش ہے۔ وہ تینوں بیٹوں کے ہمراہ تشریف لے آئے۔ وہاں تفصیلی گفتگو ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہماری قومی اسمبلی میں اکثریت ہے۔ وہاں تو پاس ہو جائے گا۔ سینٹ میں ذرا مشکل ہو گی۔ ہم نے کہا کہ آپ شریعت بل کے حوالے سے اپنے حصے کا کام تو کریں گے۔ آگے اللہ مالک ہے۔ جب یہ بل سینٹ میں جائے گا۔ ہم سینیٹروں کی منت سماجت کر لیں گے' ان کے پاؤں پکڑ لیں گے' خوشامد کریں گے اور ان سے کہیں گے کہ سیاسی معاملات کو علیحدہ رکھیں یہ دین کا معاملہ ہے۔ خیر انہوں نے وعدہ کر لیا۔ شہباز شریف نے کہا کہ سود کے خاتمے کے لئے تقریباً تین سال کا عرصہ لگے گا۔ ان کے والد صاحب نے کہا کہ چھ مہینے میں ختم ہونا چاہئے۔ میں نے انہیں کہا کہ ایک سال کی مہلت لے لیں۔

☆ اس کے بعد پھر کوئی ملاقات نہ ہوئی۔

○ وقت گزرتا رہا۔ انہوں نے تیرہویں ترمیم منظور کروالی۔ چودھویں ترمیم بھی پاس ہو گئی مگر شریعت

کے بارے میں کوئی بل نہ آیا۔ مجھے بہت افسوس ہوا۔ اس کے بعد میاں شریف صاحب کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ علاج کے لئے لندن چلے گئے۔ جب یہ واپس آئے تو میں نے اخبارات میں ایک چھوٹا سا اشتہار دیا جس میں انہیں صحت یابی کی مبارک باد دیتے ہوئے لکھا کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مہلت دی ہو کہ آپ شریعت کے نفاذ کا کام کروا جائیں۔ موت تو آنی ہے اب نہ آئی بعد میں آجائے گی لیکن جو وقفہ اللہ تعالیٰ دے رہا ہے اس سے فائدہ اٹھائیں اور دین کا کام کر جائیں۔ اس کے تیسرے دن وہ پھر آگئے اور اس بار بل پیش ہونے سے پہلے آئے۔ انہوں نے کہا کہ بل پیش ہو رہا ہے اور اس سلسلے میں آپ کی حمایت کی ضرورت ہے۔ میں نے حمایت کا یقین دلایا لیکن جب بل پیش ہوا تو دودھ میں مینگنیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کی مخالفت کی شاید انہیں میرا یہ ردعمل پسند نہ آیا ہو۔

اس دوران میں دو دفعہ میاں محمد نواز شریف سے خود بھی ملا ہوں۔ ایک ملاقات قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن میں ہوئی تھی۔ وہ یہاں آئے تھے۔ دوسری ملاقات اس وقت ہوئی جب میں اپنا وفد لے کر پرائم منسٹر ہاؤس گیا تھا۔

پھر میں ان سے تیرہ جولائی کو ملا۔ اس وقت ایک خط بھی لکھا تھا کہ جو کچھ آپ نے رائے ونڈ میں بنایا ہے وہ حکومت کے حوالے کر دیں۔ اگر آپ کی ملک سے باہر کوئی دولت ہے تو اسے ملک میں لے آئیں اور خود انحصاری فنڈ میں ڈالیں۔ اگر وہاں کوئی جائیداد ہے تو اسے فروخت کرکے قومی خزانے میں پیسے جمع کروا دیں۔ آپ کی ملک میں جو انڈسٹریز ہیں ان میں سے جو بالکل ٹرانسپیرنٹ ہوں جن پر کوئی قرضہ نہ ہو وہ رکھ لیں اور باقی چھوڑ دیں۔ آئندہ کوئی اضافہ نہ کریں۔ اس کے بعد آپ شریعت کا کام مکمل کریں تو آپ کو عمر بن عبدالعزیزؒ کا مقام مل جائے گا ورنہ نجانے کیا ہو جائے گا۔ میں نے انہیں کچھ اشارے بھی دیئے تھے۔

☆ آپ نے کس قسم کے خدشات کا اظہار کیا تھا آپ کے ذہن میں کیا تھا؟

○ جنرل جہانگیر کرامت کو جو امریکہ بلایا گیا اور انہیں وہاں غیر معمولی پروٹوکول دیا گیا تھا اس پر "امپیکٹ" میں ایک تبصرہ ہوا تھا جس کا حوالہ دیتے ہوئے میں نے انہیں متنبہ کیا تھا کہ جہانگیر کرامت کو امریکہ نے بالکل اسی طرح بلا کر پروٹوکول دیا ہے جس طرح کبھی ایوب خان کو بلا کر دیا تھا۔ ایوب خان نے واپس آکر مارشل لاء لگا دیا تھا۔ اب اگرچہ مارشل لاء تو نہیں لگے گا لیکن ترکی کا سا کوئی نظام لانے کی کوشش ضرور ہوگی۔

☆ کیا آپ نے ان سب باتوں کے بارے میں باقاعدہ متنبہ کیا تھا۔

○ میں نے انہیں متنبہ کر دیا تھا۔ جنرل جہانگیر کرامت نے جو باتیں کی ہیں۔ وہ ان کی اپنی طرف سے یا فوج کی طرف سے نہیں تھیں۔ منصوبہ وہ وہاں سے لے کر آئے تھے۔ اس کا بہت لمبا بیک گراؤنڈ ہے۔

☆ یہ جو ریاض الحسن گیلانی صاحب سے حکومت نے بل تیار کروایا ہے۔ کیا انہوں نے حکومت کو مشکل میں نہیں پھنسا دیا تھا۔

○ ان سے میری ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ ایک ملاقات میں مجھے کہنے لگے۔ قاضی صاحب کو تو میں مطمئن کرکے آیا ہوں لیکن آپ سے خود قائل ہو کر جا رہا ہوں۔ میں نے انہیں بتایا تھا یہ "سٹیٹ کرافٹ" کا معاملہ ہے جس طرح ایئر کرافٹ کا مسئلہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ اگر ایک پرزہ بھی غلط جگہ فٹ ہو جائے تو اس کی بربادی کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سٹیٹ کرافٹ کے معاملات بھی بڑے نازک ہوتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی غلط قانون سارا نظام بگاڑ دینے کا سبب بن سکتا ہے۔

☆ جنرل جہانگیر کرامت کی بات تو درمیان میں ہی رہ گئی۔ انہوں نے جو استعفیٰ دیا ہے تو آپ کے خیال میں اس کے پس پردہ محرکات کیا ہیں؟

○ میں سمجھتا ہوں کہ میاں نواز شریف کا مضبوط موقف اس سلسلے میں کام کر گیا۔ میں نے اس کی حمایت کی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مثالی جمہوریت تو ابھی تک ہمارے یہاں نہیں ہے۔ پھر بھی جیسی جمہوریت بھی ہے اس کی سرپرستی کسی دوسرے ادارے کو نہیں دی جاسکتی۔ مثالی جمہوریت بھی اس لئے نہیں آئی کہ یہاں بار بار مارشل لاء لگے۔ میں نے ایک مفصل انٹرویو اس حوالے سے "خبریں" کو دیا تھا۔ لیکن اسی شام جنرل جہانگیر کرامت کا استعفیٰ آگیا اس لئے وہ شائع نہیں ہو سکا۔

☆ کیوں شائع نہیں ہوا۔

○ انہوں نے کہا کہ اب استعفیٰ آگیا ہے اس لئے کہ اس کی ضرورت نہیں رہی۔ میں نے انہیں کہا کہ یہ میری رائے تھی جو آپ کو شائع کرنا چاہئے تھی۔ بہرحال...

☆ آپ نے پچھلے چند برسوں کے دوران جماعت اسلامی سے اتحاد کی بات کی مگر ایسا لگتا ہے کہ ادھر سے کوئی خاطر خواہ جواب موصول نہیں ہو رہا؟

○ اس کی وجہ تو اصل میں آپ کو ان ہی سے پوچھنی چاہئے تھی۔ میں نے اتحاد کی بات نہیں کی تھی بلکہ میرا خیال تھا کہ ایک "وفاق" بن جائے کہ جماعت اسلامی کا جو ایک فکر ہے بنیادی طور پر میں اس سے متفق ہوں۔ جو لوگ بھی اس جماعت سے نکلے ہیں۔ مولانا مختار گل صاحب نعیم صدیقی صاحب۔ تو ان کے درمیان ایک وفاق بنا دیا جائے۔ دعوت اور تربیت کے جو کام ہیں ان میں ہم اپنے وسائل کو یکجا کریں۔ معاشرے کی ذہنی فکری اور اخلاقی Uplift کے لئے مل کر کام کریں۔ باقی الیکشن میں حصہ لینا ہے یا نہیں لینا اس کے لئے ایک باڈی بن جائے وہ فیصلہ کرے اسے سب تسلیم کرلیں۔

1945ء کی مولانا مودودیؒ کی ایک تحریر میں نے انہیں دی تھی جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ جب اس معیار کے مطابق حالات تیار ہو جائیں تو انتخابات میں حصہ لیا جاسکتا ہے۔ میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ الیکشن میں حصہ لینا حرام ہے لیکن اس تجویز کی بھی ان کی طرف سے کوئی پذیرائی نہیں ہوئی۔ یہ وہی جانتے ہیں کہ کیا بات ہے!۔

دینی و دُنیوی تعلیم کا سنگم

قرآن کالج لاہور

(بورڈ سے الحاق شدہ)

بی اے (سال اول) میں داخلہ شروع ہے

پر سکون تعلیمی ماحول، محنتی اور قابل اساتذہ، مثالی نظم وضبط

کمپیوٹر کی لازمی، مفت تعلیم کی سہولت

نوٹ: نتیجہ کے منتظر طلبہ بھی درخواست دے سکتے ہیں۔

تفصیلات کیلئے پراسپکٹس طلب کریں

پرنسپل قرآن کالج، اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

فون: 5860024-5833637

مسلمانوں کیلئے حصول قوت کی اہمیت اور اس کے ذرائع

تحریر : شاہد اسلم ' گوجرانوالہ

قرآن حکیم' جو ابدی ہدایت نامہ ہے' ہر دور اور ہر لمحے کے لئے ہدایت فراہم کرتا ہے۔ مستقبل قریب میں واقع ہونے والے حوادث کے متعلق غور و فکر سے تو دل لرزتا ہے اور اوسان خطا ہونے لگتے ہیں۔ پاکستان کا سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے پر نرم گوشہ یا آمادگی' افغانستان اور ایران کے درمیان جنگی فضا پیدا کرنا' ملک پاک میں' جو کہ اسلام کی بنیادوں پر معرض وجود میں آیا' شریعت محمدیؐ ہی کو سوچے سمجھے منصوبے کے تحت متنازع بنا دینا' خلیج میں امریکی یہودی فوجوں کی موجودگی' فلسطین میں قتل و غارت' بوسنیا' البانیہ و دیگر مسلمان ممالک پر نصاریٰ کا ظلم' کشمیر میں ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمان بیٹیوں کی لٹتی ہوئی عزتیں' بہتا ہوا خون اور انڈونیشیا کا مالی دیوالیہ پن۔

قرآن حکیم کی طرف رجوع کیا تو لفظ "قوۃ" کے متعلق راہنمائی ملی۔ ایک طاقت ایسی ہے کہ جس پر ایمان کی مضبوطی ہی مسلمانوں کو دنیا میں عزت دلا سکتی ہے یعنی رب کائنات پر یقین کہ وہی ہمارا نگہبان ہے۔ سورہ حم السجدہ کی آیت ۵ میں قوم عاد کا تکبر پر مبنی یہ قول نقل کیا گیا کہ "ہم سے زیادہ کون طاقتور ہے"۔ اس پر اللہ رب العزت نے جواب دیا کہ "یہ دیکھتے نہیں کہ جس ہستی نے ان سب کو پیدا کیا وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے"۔

آج خاص طور مسلمانوں کے اکثر و بیشتر حکمران اور عوام کی اکثریت بھی وقت کے عاد' فرعون' نمرود یعنی فرانس' برطانیہ اور امریکہ بہادر ہی کو قوت اور طاقت کے پہاڑ سمجھتے ہیں جن سے کوئی ٹکر نہیں لے سکتا۔ دنیا میں اللہ کے سوا کسی اور کی اطاعت یا پیروی اس بنیاد پر کرنا کہ وہ بڑا طاقتور ہے۔ ایسے لوگ قیامت کے روز جب عذاب الٰہی کا مشاہدہ کریں گے تو بے اختیار پکار اٹھیں گے کہ "اصل قوت تو اللہ عزوجل کی ہے۔" (البقرہ : ۱۶۵)

اس کے بعد لفظ قوت آیا ہے اللہ اور رسول علیہ السلام کے ماننے والوں کو عمل پر آمادہ کرنے کے لئے۔ اس لئے کہ ایسی اُمت کس کام کی جو اپنے راہبر کی بات ہی نہ سنے۔ لہٰذا اگر مسلمان اللہ اور رسولؐ کی بات کو سن کر قوت اور مضبوطی کے ساتھ اس پر عمل کریں گے تو وہ دنیا کے سورماؤں کے ظلم اور اشرار کے شر سے اور آخرت کے عذاب سے بچ جائیں گے۔ فرمایا "جو بھی حکم ہم تمہیں دیں اسے قوت کے ساتھ تھام لو (یعنی عمل کرو) اور جو اس میں ہدایت ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم بچ سکو" (اعراف : ۱۷۱)

مگر جب امت مسلمہ کے حالات دیکھتے ہیں تو انفرادی سطح پر اپنے فرسودہ جاہلی تصورات و رسومات کو قوت اور مضبوطی سے تھامنا اور اجتماعی سطح پر غیر اسلامی قوانین' سودی معیشت' ہندوانہ و یورپی کلچر' حق پر چلنے والوں کو دقیانوسی کہنا اور شریعت پر عمل کو آج کی دنیا کے سامنے ہیچ ہونے کے مترادف سمجھنا مسلمانوں میں عام ہے۔ ان حالات میں وہ قوت کہاں سے میسر آئے گی جو اللہ کے احکامات پر کاربند ہونے سے حاصل ہوتی ہے اور مسلمانوں کو فتنہ و فساد سے محفوظ رکھتی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے لئے دنیا میں عروج حاصل کرنے کا دوسرا ذریعہ اللہ و رسول کے احکام پر قوت کے ساتھ عمل کرنے اور عمل کروانے میں مضمر ہے۔ فرمایا "اگر اللہ کی مانو گے تو آسمان سے بھی رحمت کی بارش برسائے گا اور اللہ تمہاری قوت میں اور اضافہ فرمائے گا۔" (سورہ ھود : ۵۲)

قوت کا تیسرا پہلو مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ وہ مادی وسائل کو بروئے کار لائیں' اپنی ذہانت اور اپنے مال و جان سے حربی قوت یعنی جنگی صلاحیت حاصل کریں تاکہ مسلمانوں کے اخلاقی و روحانی عمل کے رُعب کے ساتھ ساتھ ان کی مادی اور جنگی طاقت کا رعب بھی دنیا کے ظالموں اور اللہ کے باغیوں کے دلوں میں بیٹھ جائے۔ فرمایا : "اور تیار رکھو ان (دشمنوں) کے لئے جو بھی تم سے ہو سکے قوت اور پلے ہوئے گھوڑے' اس سے دھاک بٹھاؤ اللہ کے اور اپنے دشمن پر"۔ (سورۃ انفال : ۶۰)

اس آیت کی روشنی میں نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کو اللہ تعالیٰ نے تیل کی دولت سے نوزا۔ پاکستان کو بہترین فوج اور ایٹمی صلاحیت سے۔ ایران' عراق' شام اور مصر کے پاس بھی مادی اور جنگی وسائل ہیں اور انڈونیشیا کے پاس افرادی قوت ہے لیکن دشمن پر جو دھاک پڑنی چاہئے تھی وہ نہ پڑی۔ اس کی وجہ اُمت مسلمہ کی قوت کا منتشر ہونا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک نقطہ نظر ہی اس قوت کو مجتمع کر سکتا ہے کہ ہمارا اور اللہ کا دشمن کون ہے؟ بہرحال ہمیں جو کچھ بھی مادی و جنگی قوت حاصل ہے اسی کی بدولت جب ایران میں انقلاب آیا تو دشمن کچھ عرصہ سہار رہا' افغانستان میں اسلامی حکومت قائم ہوئی تو عالم کفر تلملا اٹھا' پاکستان نے ایٹمی دھماکے کئے تو کفر کے ایوان لرز اٹھے' عراق نے ایٹمی پلانٹ بنایا تو یہودی چڑھ دوڑے اور اسامہ بن لادن نے کفر کو للکارا تو کروز میزائلوں سے جواب دیا گیا۔ بہرحال راہنمائی یہی ہے کہ دشمن کے مقابلے کے لئے مادی و جنگی صلاحیت حاصل کرو۔

حصول قوت کے حوالے سے چوتھا مقام قرآن حکیم میں وہ ہے جہاں وہ اپنی محنت کی کمائی کو برباد نہ کرنے پر راہنمائی کرتا ہے۔ وہ ایسی فصیح و بلیغ مثال ہے کہ دل میں اتر جائے۔ موجودہ حالات پر منطبق کریں تو رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ فرمایا "اس بڑھیا کی طرح نہ ہو جانا جس نے بڑی محنت سے سوت کاتا اور پھر خود ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا" (سورۃ النحل) اس پر امت مسلمہ کا جائزہ لیتے ہیں تو عربوں کو اللہ نے تیل کی دولت دی' اسی سے وہ دشمن کے لئے حربی قوت حاصل کر سکتے تھے مگر انہوں نے اسے عیاشیوں اور دشمنان اسلام کے بنکوں کو چار چاند لگانے کے لئے استعمال کیا۔ مسلمان افریقہ میں غربت سے سوکھ سوکھ کر مرگئے مگر عرب شیوخ بلڈنگیں اور ہوٹل ہی تعمیر کرتے رہے۔ ایران میں انقلاب آیا لیکن کفر نے چال چلی اور عراق سے جنگ کا آغاز ہو گیا۔ وہ قوت جو لاکھوں جوانوں کی قربانیوں سے ایران کو حاصل ہوئی اور وہ تیل کے حاصل ہونے والے وسائل جو عربوں کے پاس تھے' اپنے ہی ہاتھوں اس بڑھیا کی طرح پارہ پارہ کر دیئے گئے۔ ایک عرصہ تک جنگ مسلط رہی کفر خوشیاں مناتا رہا۔ ادھر عقل پھر بڑھاپے کا شکار ہوئی اور عراق اغیار کے اکسانے پر کویت پر چڑھ دوڑا۔ اسرائیل نے عراق کا ایٹمی پلانٹ تباہ کر دیا' امریکہ اور اقوام کفر و شرک کی فوجیں خلیج میں آ کر براجمان ہو گئیں' لیبیا کو امت مسلمہ سے کاٹ دیا گیا' سوڈان اور مصر کا سرحدی تنازع' عرب امارات اور ایران کا نیا جھگڑا' ظاہر ہے جو قوم اللہ سے ڈرنے کی بجائے اس کے احکامات پر عمل کرنے کی بجائے آپس میں دست و گریباں ہو اس کی کیا سزا ہو گی۔

انڈونیشیا و ملائشیا مادی قوت کے اعتبار سے نمایاں ہو رہے تھے مگر وہ سودی معیشت کے ذریعے عروج حاصل کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا یہودی عیاروں نے ان کی معیشت کو ایسا دھکا دیا کہ دو وقت کی روٹی کے لئے مسئلہ درپیش ہے۔

پاکستان کے پاس جنگی صلاحیت ہے۔ ایٹمی دھماکہ کرتے ہوئے تو اللہ کی قوت پر یقین تھا اس وقت امریکہ کی دھمکیوں اور اس کی جنگی قوت سے خطرہ لاحق نہ ہوا مگر دھماکوں کے بعد لگنے والی اقتصادی پابندیوں کے باعث اب

ہمارے حکمرانوں کا اللہ کی قوت اور رزاقیت پر یقین کمزور ہوگیا اور آج ایوان بالا میں سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے لئے برائے نام بحث ہو رہی ہے۔ اگر دستخط ہوگئے تو قرآن حکیم کی مذکورہ بالا مثال صد فیصد منطبق ہوگی۔ ہم کتنے بدبخت ہوں گے عسکری جوانی کا رعب دنیا پر بٹھانے سے پہلے ہی بوڑھے ہو جائیں گے۔ ہم نے جنگی صلاحیت حاصل بھی کی اور پھر چند ٹکروں اور چند ٹکوں کے عوض اسے اپنے ہاتھوں ختم کر دیا۔

اس سے آگے افغانستان کا معاملہ ہے جہاں ظالم روسیوں کے خلاف نو دس سال مسلمانوں نے جنگ لڑی۔ اللہ کو حقیقی طاقت والا مان کر جتنی مادی قوت حاصل ہوئی اس سے دنیا کی بظاہر دوسری بڑی طاقت کو ٹکرے ٹکرے کر دیا۔ مگر پھر انہی جہادی لیڈروں نے آپس میں خانہ جنگی شروع کر کے مذکورہ بالا بڑھیا کا کردار ادا کیا اور دس سال کی محنت اور قربانیوں کو ضائع کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ رحمت باری تعالیٰ جوش میں آئی اور چند مخلص طلبہ نے دوبارہ ہمت کر کے افغانستان پر اسلام کے قوانین کو نافذ بھی کیا اور امن و امان بھی قائم کیا اور پھر دشمن نے' جو کہ ہمیں وہاں سے گھات لگاتا ہے جہاں ہم نہیں دیکھتے' پھر گہری چال چلی اور دلوں میں نفرتوں کے بیج بو دیئے.....اور یہ الفاظ لکھتے ہوئے میں لرز رہا ہوں' قلم کانپ رہا ہے' مستقبل کے بڑے حادثے کو چشم تصور سے دیکھتے ہوئے آنکھیں اندھی ہوا چاہتی ہیں کہ ایران جس میں اسلام کے نام پر قربانیاں دے کر علماء نے شاہ ایران کو بھگایا' ہزاروں نوجوانوں نے جسم لہولہان کروائے اور دوسری طرف افغانستان' جہاں ۱۵ لاکھ قربانیاں اسلام کے نام پر دی گئیں' یہ دونوں ممالک آج اغیار کے جال میں پھنس کر باقی بچ رہ جانے والے فدائیان اسلام کو اپنی سرحدوں پر لے آئے ہیں۔ حالانکہ اسرائیل ہر روز لبنان میں شیعہ حزب اللہ کے بے گناہوں کو مارتا ہے لیکن کبھی ایران نے اتنا سخت قدم دشمن اسلام کے خلاف نہیں اٹھایا جتنا کہ چند سفارت کاروں کے قتل پر ایک ہمسایہ مسلمان ملک کے خلاف اٹھا رہا ہے۔

ایران میں جب علماء انقلاب لائے تو مخالف قوتوں کا بھرپور قلع قمع کیا گیا مگر کسی بھی مسلمان ہمسایہ ملک نے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا جو ایران کے اندرون خانہ مداخلت تصور کیا جاتا۔

آج افغانستان میں اگر ایک مرکزی حکومت وجود میں آرہی ہے تو اس پر تو مسلمان ملکوں کو تعاون کرنا چاہئے۔ کیا ایک بڑے مقصد کے لئے ہم بعض باتوں کو درگزر نہیں کر سکتے۔ بہرحال اصل خوفناک پہلو یہ ہے کہ جنہیں اسلام کی خاطر دشمنوں سے صف آرا ہونا تھا۔ جو ایرانی "مرگ بر امریکہ اسرائیل" کا نعرہ لگاتے تھے' جو افغانی واجپائی کی نیندیں حرام کئے ہوئے ہیں' عالم کفر بھی جن کی جہادی قوت سے لرزاں و ترساں تھا' جنہیں کل یروشلم پر اسلام کا جھنڈا لہرانا تھا وہ آج چند غلط فہمیوں کی بنیاد پر اغیار کی چالاکیوں کا شکار ہوا چاہتے ہیں!!

وہ مجاہدین افغان اور یہ پاسداران انقلاب آمنے سامنے ہیں۔ یا اللہ میری آواز ملا محمد عمر مجاہد اور علی خامنہ ای کے دل تک پہنچا دے کہ اگر یہ قوت بھی آپس میں ٹکرا گئی اور اسی طرح نواز شریف نے اگر سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر کے عسکری قوت کا جنازہ نکال دیا تو پھر دشمنوں کے گھر میں گھی کے چراغ روشن ہوں گے اور مجھے شدید اندیشہ ہے کہ پھر اسرائیل مسجد اقصیٰ پر واقعی ھیکل سلیمانی تعمیر کرنے کا بے دھڑک اعلان کر دے گا' کشمیر کبھی آزاد نہ ہو گا' ہندوستان کی مسجدیں رام مندر بنیں گی' اسلام کی بدنامی ہو گی اور لاکھوں امریکی اور یورپی فوجی جو حرمین کے آس پاس ہیں وہ حرم میں گھس جائیں گے۔ عربوں کو خلیج کے سمندر میں مچھلیوں کے پیٹ بھرنے کے لئے پھینک دیا جائے گا۔ ایران افغان جنگ میں پاکستان کا شیعہ و سنی بھی ملوث ہو جائے گا۔ اعاذنا اللہ من ذلک

اور یوں سیکولر اور دین دشمن طاقتیں ایک تیر سے دو شکار کرنے میں کامیاب ہوں گی کہ دین کی تڑپ رکھنے والے ایران' پاکستان اور افغانستان کے شہروں سے نکل کر سنگلاخ پہاڑوں اور میدانوں میں کٹ مریں گے۔ یوں ایران میں دوبارہ شاہ ایران کی طرز کا دور ہو گا۔ پاکستان میں یورپی معاشرہ اور افغانستان پھر ایک دفعہ مرکزی حکومت کی بجائے قبائلی خانہ جنگی کا مظہر ہو گا۔

بہرحال صرف اور صرف اللہ سے دعا ہے کہ وہ ایسی خوفناک صورت حال سے بچائے تاکہ نبی اکرمؐ کی آخری زمانے سے متعلق احادیث کے پورا ہونے کا وقت قریب آ جائے جن کی رُو سے اسی علاقے سے مسلمان یروشلم کی طرف بڑھیں گے اور وہاں اسلام کا جھنڈا لہرائے گا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

قوتِ بازو عطا کرنے والے قوی عزیز رب سے دعا ہے کہ ہمیں ایمان اور قوت و مضبوطی سے احکامات الٰہی پر عمل اور مادی قوت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے دشمن کی سازشوں کو سمجھتے ہوئے اپنی محنتوں کو ضائع کرنے سے بچائے۔ آمین OO

دعائے صحت

امروہہ کے بزرگ رفیق تنظیم اسلامی جناب غوث الرحمٰن گزشتہ دنوں سے علیل ہیں' رفقاء و احباب سے دعائے صحت کے لئے درخواست ہے۔

بقیہ: من الظلمات الی النور

مسلمان ہونا چاہتی ہوں"۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو کھول دیا۔ اسی بزرگ نے مجھے انگریزی اور عربی زبان میں کلمۂ شہادت پڑھایا۔ میں اللہ رب العزت کی شکر گزار ہوں کہ میں اسلام کو تباہ و برباد کرنے کی منصوبہ بندی کرنے چلی تھی لیکن اس نے میری اس طرح کایا پلٹ کی کہ میں خود مسلمان ہو گئی۔ کلمۂ شہادت پڑھ کر مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے ایک بھاری بوجھ تھا جو میرے دل اور دماغ اور میرے کاندھوں پر رکھا تھا اور یہ بوجھ اتر گیا۔ میں نے خود کو بے حد ہلکا پھلکا محسوس کیا۔ میں نے اپنے جذبات کو آنکھوں میں سمٹ آنے سے روکنے کے لئے ایک گہرا سانس لیا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے زندگی میں پہلی مرتبہ سانس لے رہی ہوں۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک نئی زندگی عطا کی۔

میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے مرتے دم تک ایمان پر قائم رکھے اور جب بھی موت آئے میں ایک صاف ستھرے مومن مسلمان کی طرح اللہ رب العزت کے حضور پیش ہوں۔

بقیہ: منبر و محراب

ملک میں خون خرابے' قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو جائے گا۔ اسی طرح اسلام کے عادلانہ نظام کو مکمل صورت میں رائج و نافذ کرنے کی بجائے صرف من پسند حصے کا نفاذ دین کے حصے بخرے کرنے کے مترادف ہے جس کی سزا دنیا میں ذلت و خواری اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ حکیم سعید اور مولانا عبداللہ جیسی عظیم سماجی اور مذہبی شخصیات کے قتل بدترین سفاکی کا مظہر ہیں۔ کراچی میں امن و امان بحال کرنے کے لئے سیاسی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر سماج دشمن عناصر پر بلا امتیاز ہاتھ ڈالا جائے تو کراچی سمیت پورے ملک میں چند ہفتوں کے اندر امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔

اجلاس مشاورت۔ ایک ضروری تصحیح

تنظیم اسلامی کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس ان شاء اللہ قرآن اکیڈمی لاہور میں 10/ اور 11 نومبر کو منعقد ہوگا۔ "ندائے خلافت" کے گزشتہ شمارے میں اجلاس کے لئے 9 اور 10/ نومبر کی تاریخوں کا اعلان ہوا تھا۔ ارکان شوریٰ تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

ہمارے درمیان صرف ایک قدر مشترک اسلام اور مسلمانوں کی تباہی تھی

ہم اسلام کی بربادی کیلئے کام کررہے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمارا منصوبہ ہم پر ہی اُلٹ دیا

مطالعۂ قرآن سے میری کایا پلٹ ہوگئی اور میں مسلمان ہوگئی

ایک امریکی خاتون کے قبول اسلام کی سرگزشت

ترجمہ : سید عرفان علی

میرا نام شریفہ کارلو ہے۔ میں امریکی کرسچین تھی۔ میرا پیشہ منصوبہ بندی تھا اور میں انتظامی منصوبہ بندی کے ایک شعبہ سے منسلک تھی۔ میرا تعلق مختلف امریکی شعبوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین اور منصوبہ سازوں کے ایک گروپ سے تھا جو عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بندی کررہے تھے۔ ہم میں سے ہر شخص امریکی حکومت کے کسی نہ کسی اہم محکمے سے تعلق رکھتا تھا اور انتہائی اہم اور خفیہ خدمات انجام دے رہا تھا۔ تاہم ہمارے درمیان صرف ایک قدر مشترک تھی یعنی اسلام کو تباہ و برباد کرنے کا مشترکہ ایجنڈا۔ میں اپنی کم عمری ہی سے اس گروپ کے رابطے میں آگئی تھی اور مختلف اہم خدمات انجام دیتی رہی تھی۔ شروع ہی سے اسلام دشمنی میری طبیعت میں رچی بسی تھی۔ ہم طویل عرصہ سے اسلام دشمنی پر مبنی پروگرام کی منصوبہ بندی میں مصروف تھے لیکن اللہ تعالیٰ سے بڑا منصوبہ ساز کون ہوسکتا ہے؟ وہ قادر مطلق ہے اس کے منصوبوں کے سامنے شیطانی منصوبہ نہیں ٹھہر سکتا۔

میں خواتین کے حقوق کے ایک گروپ سے بھی وابستہ تھی اور اس گروپ کی فعال کارکن تھی۔ اسلام کے خلاف منصوبہ بندی گروپ کا ایک ممبر میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں مشرق وسطیٰ کے موضوع پر بین الاقوامی تعلقات میں ڈگری حاصل کرلوں تو مجھے مصر میں امریکی سفارت خانے میں تعینات کردیا جائے گا۔ میرا گروپ چاہتا تھا کہ میں مصر میں مغرب زدہ لبرل مصری خواتین کے حقوق کی تحریک میں کام کروں اور اس تحریک کی فکری رہنمائی کی خدمت انجام دوں۔ میں نے اس تصور کو بے حد پسند کیا اور بین الاقوامی تعلقات میں ڈگری حاصل کرنے کے لئے ایک کالج میں داخلہ لے لیا۔ چونکہ مجھے ایک مسلمان ملک میں کام کرنا تھا اس لئے مسلمانوں کے کلچر اور مذہب سے واقفیت حاصل کرنا بھی میرے لئے ضروری ہوگیا۔ میں جب ٹیلی ویژن پر مسلمان عورتوں کو دیکھتی تو میرا دل ان کے لئے ہمدردی سے بھر جاتا کہ میرے نقطۂ نظر سے وہ ظلم اور ستم کی ماری عورتیں تھیں جنہیں مذہبی لوگوں اور ملاؤں نے اپنا قیدی بنا رکھا تھا اور انکی آزادیاں سلب کرلی تھیں۔ میں اُنہیں بیسویں صدی کی جدید روشنی سے ہمکنار کرنا چاہتی تھی۔

مسلمانوں کے مذہب اور کلچر سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے میں نے قرآن مجید' حدیث اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ شروع کیا۔ میں نے وہ طریقے بھی سیکھے کہ کس طرح ان معلومات کو میں استعمال کروں گی۔ میں نے یہ بھی سیکھا کہ اسلامی معلومات کو کس طرح توڑ مروڑ کر کم تعلیم یافتہ مسلمانوں کو بے وقوف بنایا جائے اور انہیں اپنے کلچر اور مذہب سے بدظن کیا جائے۔ تاہم جوں جوں اسلام کے بارے میں میرا مطالعہ بڑھتا گیا میرے اندر تبدیلی آنے لگی اور میرے لئے اسلام کے ساتھ نفرت کا تعلق رکھنا مشکل ہوگیا۔ جب میں نے خود اپنے اندر یہ تبدیلی محسوس کی تو مجھے بے حد تشویش ہوئی اور اس تبدیلی کا مقابلہ کرنے کے لئے میں نے ضروری سمجھا کہ میں عیسائیت کا مطالعہ کروں۔ چنانچہ میں نے عیسائیت کی کلاسوں میں داخلہ لے لیا۔ عیسائیت کے بارے میں معلومات محدود تھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ایک سیکولر اور لبرل خاتون تھی اور کبھی گرجا گھر نہیں گئی تھی۔ میں نے عیسائیت کے مطالعہ کے لئے جس پروفیسر کی شاگردی قبول کی وہ ہارورڈ یونیورسٹی سے مذہبیات کے مضمون میں پی ایچ ڈی تھا۔ میں اس کی علمی قابلیت سے بے حد متاثر ہوئی۔ تاہم جلد ہی مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ عقیدہ تثلیث کا سخت مخالف ہے اور خدائے واحد میں یقین رکھنے والا کرسچین ہے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے۔ اپنے اس عقیدے کو درست کرنے کے لئے اس نے یونانی' عبرانی اور آرامانی (سہ مانی + کلدانی زبانوں کی ایک شاخ) زبانوں میں انجیل کے ماخذ پیش کئے اور یہ بتایا کہ کس طرح انجیل کو تبدیل کردیا گیا ہے۔ اس نے یہ بھی ثابت کیا کہ یہ تبدیلیاں کہاں کہاں اور کس کس طرح کی گئی ہیں۔ جب عیسائیت کا کورس مکمل ہوا تو عیسائیت کے متعلق میرا عقیدہ مضبوط ہونے کے بجائے کمزور ہوچکا تھا تاہم میں اب بھی اسلام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھی۔ لیکن میرے دل سے اسلام کی نفرت کم ہوگئی تھی۔ میں نے اپنے مستقبل کے لئے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ تین سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس دوران میری بہت سے مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور میں نے ان کے عقائد کے بارے میں ان سے تفصیلی سوال جواب کئے۔ ان میں سے ایک مسلمان بھائی مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن آف امریکہ (ایم ایس اے) سے تعلق رکھتا تھا۔ اسلام میں میری دلچسپی کو دیکھ کر اس نے ذاتی طور پر اسلام کے بارے میں معلومات فراہم کیں اور کتابیں وغیرہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کا اجر دے۔ اسے جب بھی موقع ملا اس نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔

ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ مسلمانوں کا ایک گروپ اس شہر کے دورے پر آیا ہے اور مجھے اس گروپ سے ملنا چاہئے۔ میں نے رضامندی ظاہر کردی۔ میری اس گروپ سے عشاء کی نماز کے بعد ملاقات ہوئی۔ مجھے ایک کمرے میں لے جایا گیا جہاں ۲۰ کے قریب لوگ موجود تھے۔ انہوں نے احتراماً اٹھ کر میرے لئے جگہ خالی کی جس سے میں بے حد متاثر ہوئی کیونکہ مسلمانوں کے بارے میں اب تک یہ تاثر دیا گیا تھا کہ وہ اجڈ' گنوار اور خواتین کے ساتھ بدتمیزی کا مظاہرہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہاں میری ایک ضعیف العمر پاکستانی سے براہ راست بات چیت ہوئی۔ عیسائیت کے بارے میں اس کی معلومات غیر معمولی تھیں۔ میری اور اس کی طلوع سحر تک انجیل اور قرآن' عیسائیت اور اسلام کے بارے میں ایک نکتے پر بات ہوئی۔ میرے ذہن میں جتنے سوالات تھے وہ سب میں نے اگل دیئے اور وہ بے حد تحمل اور اطمینان کے ساتھ میرے ہر سوال کا جواب دیتا رہا۔ اس نے ہر ہر طرح سے مجھے لاجواب کردیا۔ صبح ہوئی تو اس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ گزشتہ تین سال کے عرصہ میں پہلی مرتبہ مجھے اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ میں یہ دعوت سن کر ششدر اور حیران رہ گئی۔ اس کی یہ دعوت تیر کی طرح میرے دل میں پیوست ہوگئی مجھے محسوس ہوا کہ میں لاجواب ہوچکی ہوں اور اب میں دین اسلام کی حقانیت کو قبول کرنے سے منکر نہیں رہ سکتی اور نہ اس سے انکار کرسکتی ہوں۔ میں نے اسی وقت فیصلہ کیا اور کہا کہ "ہاں! میں

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

"ہماری اکثریت اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے جانوروں جیسی زندگی بسر کر رہی ہے" ○ بنت ڈاکٹر اسرار احمد

"اللہ کے دین کی دعوت و اقامت کو زندگی کا نصب العین بنانے والوں سے بہتر کون ہو سکتا ہے!" ○ ناظمہ علیا حلقہ خواتین

۱/۲۶ اکتوبر بروز پیر جامعہ تعلیم القرآن للبنات برکت ٹاؤن (شاہدرہ) میں منعقدہ جلسہ خواتین کی روداد

(مرتبہ : زاہدہ کوثر' صائمہ دلاور)

مولانا اللہ دتہ صاحب کی سرپرستی میں برکت ٹاؤن شاہدرہ میں جامعہ تعلیم القرآن للبنات کے نام سے بچیوں کو دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے لئے ایک مدرسہ قائم ہے۔ مولانا مالی لحاظ سے نامساعد حالات کے باوجود مدرسہ کے لئے بڑی لگن اور محنت سے کام کر رہے ہیں۔ مدرسہ ہذا کے پہلے سالانہ اجلاس میں گزشتہ سال تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کی مرکزی قیادت کو مدعو کیا گیا تھا۔ مولانا موصوف کے پر خلوص اور پر زور اصرار کے نتیجے میں تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کی اعلیٰ قیادت سے حلقہ خواتین میں خطاب کے لئے رابطہ قائم کیا گیا۔ جلسہ کے لئے تاریخ مل گئی جس سے مولانا موصوف کو آگاہ کر دیا گیا۔ جلسہ خواتین کے لئے ۱/۲۶ اکتوبر کا دن مقرر ہوا۔ جلسہ کی تشہیر کے لئے ایک ہزار کی تعداد میں "دعوت نامہ" علاقے کی مساجد اور انفرادی طور پر تقسیم کیا گیا۔ فرقان گرلز ہائی سکول فیروز والا کی انتظامیہ نے جلسۂ خواتین میں شرکت کے لئے سکول میں قبل از وقت چھٹی کا اعلان کر دیا۔ ساتویں' آٹھویں اور نہم و دہم کی طالبات اور سکول ہذا کی اساتذہ نے جلسہ میں شرکت کی۔ "اُسرہ فیروز والا" کی رفیقات اور دیگر خواتین کے لئے ناظمہ علیا حلقہ خواتین بیگم ڈاکٹر اسرار احمد نے بطور خاص گاڑی عنایت کی۔

سورۂ رحمٰن کی ابتدائی آیات کی تلاوت سے جلسۂ خواتین کا آغاز ہوا۔ نعت رسول مقبولؐ پیش کرنے کی سعادت صائمہ صادق نے حاصل کی۔

نائلہ اعوان نے "بد اعمالی کے اسباب" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم مسلمان ہونے کے باوجود اسلام کی سربلندی کے لئے کمربستہ ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جب تک دل سے اسلام کی صداقت کو تسلیم کرکے اسے عملی زندگی میں اختیار نہیں کیا جاتا اُس وقت تک ہماری موجودہ پستی کی حالت میں تبدیلی نہیں آسکتی۔ صائمہ دلاور نے بارگاہِ رسالتؐ میں ہدیہ عقیدت پیش کیا ؂

خلد جسے کہتے ہیں میری دیکھی بھالی ہے
سرسبز گنبد ہے اور سنہری جالی ہے
چاند کی طرح انؐ کو ہم کہیں تو مجرم ہیں
کیونکہ انؐ کی چوکھٹ پر چاند خود سوالی ہے

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کی رہنما اور بنت امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے سورۂ رحمٰن کی ابتدائی چار آیات کی روشنی میں اپنا دل آویز اور پر تاثیر خطاب کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اس قدر مہربان ہے کہ ہماری تمام تر بداعمالیوں کے باوجود اُس کی رحمت ہم پر جلوہ فگن ہے۔ وہ ہمیں نافرمانی' بغاوت اور سرکشی کے باوجود کھلا اور پلا رہا ہے۔ اُس رحیم و کریم ذات واحد نے ہمیں شفیق والدین اور مہربان رشتہ دار عطا فرمائے۔ ہم اگر ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے ہم عمر بھی سجدہ ریز رہیں تو اس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ اس رحمٰن و رحیم خالق نے ہمیں قرآن جیسی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی جو علم کا منبع اور سرچشمۂ ہدایت ہے۔ قرآن وہ کتاب لاریب ہے جس کو نازل کرنے اور سکھانے والی ہستی خود خدائے رحمٰن ہے۔

اِسی رحمٰن و رحیم ذات نے ارض و سما' شمس و قمر' شجر و حجر سے اعلیٰ و بالا یعنی چوٹی کی مخلوق کی حیثیت سے انسان کو تخلیق فرمایا اور فرشتوں کو اِسی کے آگے سجدہ ریز کر دیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے پناہ عزت اور فضیلت کا شرف عطا فرمایا مگر ہم اللہ کی اِن تمام نعمتوں اور انعامات کی قدر کرنے اور اِن کا شکر ادا کرنے کی بجائے جانوروں جیسی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ہماری توانائی اور بھاگ دوڑ جسم کی ظاہری خوبصورتی پر خرچ ہو رہی ہیں' جبکہ ہماری روح ملکوتی جس نے انسان خاکی کو مسجود ملائک بنایا ہے' اندر سے سسک رہی ہے۔ قرآن کا ہم سے مطالبہ ہے کہ اُس کے بیان کردہ احکامات کو انفرادی زندگی میں بھی اپنایا جائے اور اجتماعی زندگی میں بھی ان کے مطابق عمل کیا جائے۔ ہم اپنی ذات اور خود ساختہ نظریات کے دام میں قید ہو کر مال و دولت دنیا اور رشتہ و پیوند کے چکر میں پڑ کر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کے احکامات سے یکسر غافل ہو چکے ہیں۔ ہمیں اپنے اندر کے انسان کو اللہ سے جوڑنے اور وابستہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے دماغ اور زبان کو قرآن جیسی عظیم نعمت ہدایت کو سمیٹنے اور عام کرنے کے لئے استعمال کریں۔ اس لئے کہ قرآن کی دعوت دینے والے خوش قسمت لوگ ہی بہترین اشخاص کہلانے کے مستحق ہیں۔ قرآن کو سیکھنا اور سکھانا ہم میں سے ہر ایک کا نصب العین بن جائے۔ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآن اور سنت کو رہنما بنا کر وہ کام کریں جن کو بجالانے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کاموں سے باز رہیں جن سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ ہمیں شادی بیاہ اور فوتیدگی کی غیر اسلامی رسومات کو بھی ترک کرنا ہو گا۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ اسلام پر عمل کرنے کی وجہ سے مسلمان معزز اور غالب تھے مگر آج ہم قرآن سے دوری کی وجہ سے عزت کی بجائے ذلت اور سکون کی بجائے بے سکونی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مسلمان کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم قرآن سے خود کو ہم آہنگ کریں' اس کے لئے ہمیں قرآن کے حقوق ادا کرنے ہونگے۔ قرآن پر دل سے ایمان لانا' ایسا ایمان جو ہماری زندگی کو بدل کر رکھ دے' اور جو ہمارے عمل سے بھی ظاہر ہو رہا ہو۔

اگرچہ پیدائشی طور پر ہم سب کو اسلام کی دولت حاصل ہے مگر ہم نے اسلام پر عمل نہ کرکے اپنی فطرت کو مسخ کر لیا اور دل کو گناہوں کے زنگ سے آلودہ کر لیا ہے۔ اس صورت حال سے نکلنے کے لئے اپنے دل میں ایمان کی شمع روشن کرنا ہو گی جس کے لئے موت کو کثرت سے یاد کر اور قرآن کو پڑھنے کے کارگر نسخے پر عمل کرنا ہو گا۔ تنظیم اسلامی حلقۂ خواتین کی رہنما نے کہا کہ موت کی تلوار ہمارے سروں پر لٹک رہی ہے' ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ یہ موت کی تلوار کب ہماری زندگی کے چراغ کو گل کر دے۔ نزع کا وقت کیسا ہو گا' ہمیں کلمہ نصیب ہو گا کہ نہیں۔ کوئی عزیز سے عزیز رشتہ دار بھی قبر کا ساتھی نہیں ہو گا' وہاں ہر ایک کو تنہائی سے سابقہ پیش آئے گا۔ وہ تاریک گھر صرف نیک اعمال کی روشنی سے ہی منور ہو سکے گا۔ حدیث مبارکہ کی رو سے قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو گی یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ انہوں نے اپنے خطاب کے آخر میں خواتین کو نصیحت کی کہ وہ اپنی زندگی کو قرآن کے مطابق ڈھالنے کا عزم کرکے اٹھیں' اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کو صحیح طریقے سے پڑھا جائے یعنی اس کے ظاہری اور باطنی آداب کو ملحوظ رکھ کر تلاوت کی جائے' اسے سمجھا جائے تاکہ اس کے اوامر و نواہی سے آگاہی مل سکے' اس کے تمام احکامات پر عمل کیا جائے' اس کی دعوت کو عام

کیا جائے اور اسے عملاً نافذ کیا جائے۔

اگر ہم قرآن کے ان حقوق پر عمل پیرا ہو کر زندگی بسر کریں گے تو قیامت کے دن یہی قرآن ہمارے حق میں سفارشی بن کر گواہی دے گا۔ لہٰذا ہمیں قرآن کی دعوت کے ذریعے سے

ع اخوت کی فضا پیدا کریں ہم بزم عالم میں

کا مصداق بننا ہو گا۔

تنظیم اسلامی حلقۂ خواتین کی ناظمہ علیا بیگم ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اس طرح کی دینی محافل کا حدیث نبویؐ میں بہت زیادہ اجر و ثواب بتایا گیا ہے۔

محترم خواتین اور عزیز بچیو! مسلمان کی حیثیت سے اگرچہ ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمیں آخرت کا یقین بھی حاصل ہے مگر ہماری عملی زندگی سے اس ایمان و یقین کا اظہار نہیں ہوتا۔ ایسا حقیقی ایمان جو دلوں میں یقین کی حیثیت سے موجود ہو اس کے بغیر عمل میں مثبت اور صحت مند تبدیلی نہیں آ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہر مسلمان کے مال اور جان کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے مگر ہم اس معاہدے پر کاربند ہونے اور اس سودے کو پورا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہماری عظیم اکثریت کا یہ عقیدہ بن چکا ہے کہ کلمہ کے اقرار سے اُخروی نجات مل جائے گی یہ ایک غلط خیال ہے جس کی وجہ سے ہم اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کر رہے۔ اللہ کا دین ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم دین کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریاں' مطالبے اور تقاضے پورے کریں۔ ہر مسلمان سے اللہ تعالیٰ کے تین مطالبے اور تقاضے ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ کی بندگی کا فریضہ ادا کرنا۔

۲) اسی بندگی کے فریضے کی ادائیگی کی دوسرے انسانوں کو دعوت دینا۔

۳) اور اس دعوت کو عملاً قائم کرنے کے لئے اجتماعی جدوجہد میں جسم و جان سے حصہ لینا۔

ناظمہ علیا صاحبہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے ملک میں اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کی بجائے انسانی حاکمیت کا نظام نافذ کر رکھا ہے۔ خواتین میں عصمت و عفت کے تصورات کو رائج کرنے کی بجائے عریانی اور بے حیائی پر مبنی تہذیب کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ لوگوں کو اسلام سے قریب کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ' حضور ﷺ اور اسلام سے دور کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ قرآن نے تمام اہل ایمان کو مکمل طور پر اسلام میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔ جو لوگ اس دنیا میں اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت کریں گے وہ دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ٹھہریں گے اور جو نافرمانی کی روش اختیار کریں گے وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوں گے اور آخرت میں بھی انہیں ذلت آمیز عذاب میں دھکیل دیا جائے گا۔

محترمہ ناظمہ علیا صاحبہ نے مزید کہا کہ حدیث نبویؐ کی رو سے سب سے افضل جہاد اپنے نفس کو اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کا پابند بنانا ہے۔ اس کے لئے حقیقی ایمان اور خدمت خلق کے دو نکاتی لائحہ عمل کو اختیار کرنا ہو گا۔

مسلمان خواتین اپنی نازک اور اہم ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے خود کو اور اپنی اولاد کو' جو ان کے زیر تربیت ہے' اعمال صالحہ سے مزین کر کے جہنم کی آگ سے محفوظ کریں۔ انہوں نے خواتین سے کہا کہ انہیں قیامت کے دن کے کٹھن اور مشکل مرحلے کے لئے تیاری کرنا ہو گی جس دن کوئی شخص پانچ باتوں کا جواب دیئے بغیر اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گا۔ عمر کن کاموں میں لگائی' جوانی کہاں گزاری' مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا۔

نماز کی اہمیت کے بارے میں انہوں نے فرمایا کہ کسی شخص نے ایک ولی اللہ سے نماز کی ادائیگی کا طریقہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ "جب میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو میں خیال کرتا ہوں کہ خانہ کعبہ میرے سامنے ہے' جنت میرے دائیں اور بائیں جانب ہے' جہنم میرے پیچھے ہے اور موت پاؤں کے نیچے ہے۔ ان تمام چیزوں کو پیش نظر رکھ کر میں نماز پڑھتا ہوں اور اس میں اپنی بخشش کی دعا مانگتا ہوں"۔ ہمیں بھی چاہئے کہ ہم نماز کو اپنی زندگی کا اہم ترین فریضہ بنالیں۔ نماز کے ساتھ ساتھ اللہ کے دین کی سربلندی و اقامت اور مخلوق خدا کی خدمت کے لئے اپنے مال کو اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کریں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کردہ مال کو اللہ تعالیٰ سات سو گنا تک بڑھاتا ہے۔ اس عنایت خداوندی کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنے مال کو زیادہ سے زیادہ دینی کاموں پر خرچ کرنا ہو گا۔

ارشاد ربانی ہے کہ "تم خود کو میرے حوالے کر دو میں تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کو سنوار دوں گا"۔ لہٰذا اللہ کے دین کی دعوت و اقامت کو زندگی کا نصب العین بنانے والوں سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ سے ہماری محبت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے نبی ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لئے خود کو وقف کر دیں۔

بعد ازاں مدرسہ عائشہ صدیقہ کی روح رواں محترم باجی مریم صاحبہ نے اپنے مخصوص انداز میں عقائد کی خرابیوں اور رسومات میں بے اعتدالیوں کے موضوع پر خطاب کیا' دعا کے ساتھ اس جلسۂ خواتین کا اختتام ہوا۔ تقریباً دو سو کے لگ بھگ خواتین اور بچیوں نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

اطلاع برائے مبتدی تربیت گاہ

آئندہ مبتدی تربیت گاہ 22 تا 29 نومبر 98ء قرآن ہال 'سیٹلائٹ ٹاؤن' سرگودھا میں منعقد ہو گی۔ ان شاء اللہ

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ جماعت اسلامی عوامی جماعت نہیں بن سکتی۔ (میاں طفیل محمد)

✪ "مستند ہے میاں صاحب کا فرمایا ہوا"۔

☆ سی ٹی بی ٹی اور ایف ایم سی ٹی پر دستخط کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (سرتاج عزیز)

✪ وزیر خارجہ کا یہ بیان "کہ غیرت نام تھا جس کا گئی" "سرتاج" "کے گھر سے" کا مظہر ہی تو ہے۔

☆ شریعت بل کے مخالف سینیٹروں کے نکاح ٹوٹ جائیں گے۔ (بعض علماء کا بیان)

✪ مخالفین شریعت بل کے لئے لمحہ فکریہ!

☆ اسمبلی میں عقل سے پیدل افراد براجمان ہیں۔ (اصغر خان)

✪ کہیں یہ "انگور کھٹے ہیں" والی بات تو نہیں!

☆ سخت مشکلات میں گھرے پاکستان کو صرف ہم بچا سکتے ہیں۔ (بے نظیر)

✪ "زرداری بچاؤ" فارمولا بھی اسی میں شامل ہے۔

☆ بعض سیاستدان فوج میں اختلافات پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (آئی ایس پی آر)

✪ یہ معروف "سیاستدان" کافی جارحانہ انداز اختیار کرتا جا رہا ہے۔

☆ صحیح احتساب صرف بندوق کی نوک پر ہو سکتا ہے۔ (چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ راشد عزیز)

✪ یہ آپ کہہ رہے ہیں!

☆ میرے ایک جملے سے ملک آگ اور خون کی لپیٹ میں آ جائے گا۔ (علامہ ساجد نقوی)

✪ ....بلا تبصرہ......

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت کا دورۂ گوجرانوالہ

شیرانوالہ باغ میں جلسۂ عام سے خطاب اور چیمبر آف کامرس میں "اسلامی اقتصادیات" کے موضوع پر لیکچر

رپورٹ : حافظ مشتاق ربانی

دعوتی و تنظیمی اجتماعات تحریکوں کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور خاص طور پر رفقاء کو متحرک رکھنے، منظم کرنے اور تربیت کا بہترین موقع فراہم کرتے ہیں۔ اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکز کی جانب سے تمام حلقہ جات کو عوامی اجتماعات منعقد کرنے کا باقاعدہ شیڈول فراہم کیا گیا۔ امیر محترم نے ۱۷/ اکتوبر حلقہ گوجرانوالہ کو ہفتہ کا دن عنایت کیا اور اس کے لئے شہر گوجرانوالہ کا انتخاب کیا گیا۔

امیر حلقہ شاہد اسلم نے رفقاء کے مشورے سے شیرانوالہ باغ کو جلسہ گاہ کے لئے موزوں خیال کیا اور فی الواقع اس باغ کو تقریباً وہی حیثیت حاصل ہے جو لاہور میں موچی دروازہ کو حاصل ہے۔ اس پروگرام کے لئے امیر حلقہ جناب شاہد اسلم محمد نے طبیعت کی خرابی کے باوجود حلقہ کے صاحب ثروت رفقاء سے خصوصی اعانت کے لئے ذاتی رابطہ قائم کیا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ بعض رفقاء نے اپنی حیثیت سے بھی بڑھ کر مالی تعاون کیا۔ اس ضمن میں سیالکوٹ کے رفقاء خصوصاً مبارکباد کے مستحق ہیں۔

شیرانوالہ باغ میں جلسہ کی اجازت کے سلسلہ میں رفیق تنظیم فتح داد خاں برکی نے تمام مراحل خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے، اگرچہ اس کے لئے انہیں انتظامیہ کی جانب سے شدید مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن موصوف نے اپنی مصروفیات کے باوجود ہر طرح کی قربانی دی۔ اس جلسہ کی تشہیر کے لئے دس ہزار پمفلٹ تقسیم کئے گئے، تین ہزار پوسٹرز چسپاں کئے گئے اور روزنامہ نوائے وقت میں ایک "منی" اشتہار بھی دیا گیا۔ علاوہ ازیں تقریباً تمام اہم اخبارات میں جلسہ کے انعقاد کے متعلق خبریں بھی آئیں۔

امیر حلقہ نے رفقاء کے ذہنی میلانات اور صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جلسہ کے انتظامات کے سلسلے میں مختلف امور سونپے، جن کو تمام رفقاء نے بخوبی سرانجام دیا۔ اور اس میں خاص بات یہ ہے کہ تمام رفقاء نے اخراجات کو کم کرنے کے لئے دوہری محنت کی اور ہر مغرب کی نماز کے بعد رفقاء امیر حلقہ سے اپنا ہوم ورک اگلے دن کے لئے پوچھ لیتے اور رفقاء نے یوں جلسہ کے تمام انتظامات بروقت مکمل کرلئے۔

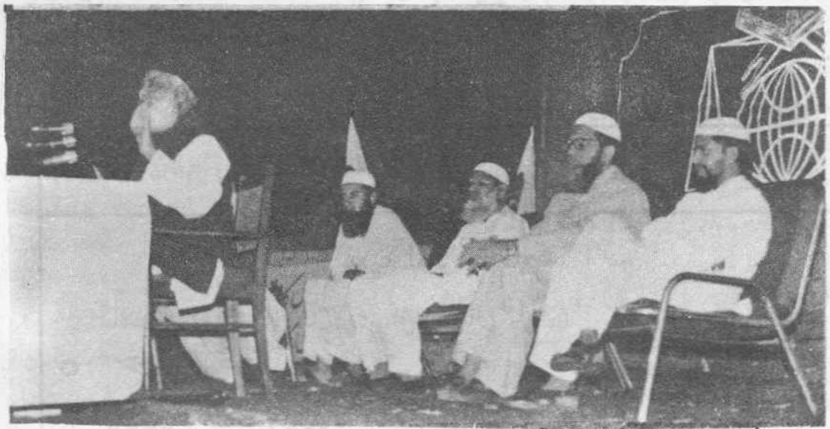

سٹیج پر نائب امیر ڈاکٹر عبدالخالق، ناظم اعلیٰ جناب عبدالرزاق اور امیر حلقہ جناب شاہد اسلم نمایاں ہیں

شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ میں امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے

۱۷/ اکتوبر کی صبح ہی امیر محترم گوجرانوالہ تشریف لے آئے کیونکہ اسی روز "شہر گوجرانوالہ کے چیمبر آف کامرس" میں اسلامی اقتصادیات کے موضوع پر امیر محترم کا لیکچر تھا۔ اس کے لئے چیمبر آف کامرس نے خود امیر محترم سے رابطہ کیا اور اس پروگرام کے انعقاد میں رفیق تنظیم خالد انصاری صاحب کی کوشش قابل ستائش تھی جو کہ عنداللہ ماجور ہوں گے۔

امیر محترم کے لئے چیمبر کے صدر نے استقبالیہ پیش کیا اور اپنے درمیان ان کی موجودگی کو بہت بڑی خوش قسمتی قرار دیا اور درخواست کی کہ ہمیں اسلامی اقتصادیات کے متعلق آگاہ کیا جائے۔ امیر محترم نے واضع اور جامع انداز میں ایک گھنٹہ اس موضوع پر روشنی ڈالی اور آخر میں تقریباً پون گھنٹہ سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ چیمبر کے پروگرام میں گوجرانوالہ کے سرکردہ تاجر حضرات اور اکثر اخبارات کے بیورو چیف بھی موجود تھے۔

جلسہ گاہ کو انتہائی عمدگی سے ترتیب دیا گیا اور سامعین کے لئے سینکڑوں کرسیوں کے علاوہ سٹیج کے سامنے دریوں کا انتظام کیا گیا۔ جلسہ میں شرکت کے لئے بیرونی رفقاء اپنے علاقے کے احباب کو لے کر اپنی بسوں پر قبل از وقت پنڈال میں پہنچ گئے۔ جلسہ کے سٹیج سیکرٹری مرزا ندیم بیگ صاحب نے انقلابی اشعار اور مخصوص انداز سے لوگوں کے دلوں کو گرمایا۔ جلسہ کی باقاعدہ کاروائی تلاوت قرآن حکیم سے کی گئی جس کی سعادت نہایت خوش الحان قاری احتشام الحق

جلسۂ عام کے شرکاء "انقلاب محمدیؐ اور جدید دور کے تقاضوں" کو سمجھنے کے لئے ہمہ تن گوش ہیں

صاحب کے حصہ میں آئی تلاوت کے بعد نہایت عمدہ نظم پیش کی گئی۔ جس کے اشعار درج ذیل ہیں :

ہم دین محمد کے وفادار سپاہی
اسلام کی عظمت کے نگہ دار سپاہی
باطل کی خدائی کو گوارا نہ کریں گے
مر جائیں گے ایمان کا سودا نہ کریں گے

نظم کے بعد امیر محترم کو دعوت خطاب دی گئی۔

امیر محترم کا موضوع "انقلاب محمدی اور جدید دور کے تقاضے" تھا، آپ نے انقلابِ محمدی ﷺ کو بیان کرتے ہوئے عہد رسالت اور خلافت راشدہ کی نہایت عمدہ مثالیں دلنشیں انداز میں پیش کیں۔ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ انسانیت کے لئے آئیڈیل ریاست صرف رسول عربی ﷺ نے پیش کی، آپ نے فرمایا موجودہ نظام استحصالی ہے اور اس کی بنیاد جاگیرداری نظام ہے جس کو ختم کرنے کے لئے موجودہ اراضی کو عشری کی بجائے خراجی قرار دیا جائے اور اسی جاگیرداری کا نتیجہ ہے کہ نصف صدی گزرنے کے باوجود ہم قیام پاکستان کے مقاصد کو پورا نہ کرسکے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اس نظام کو بدلنے سے ہی ظلم و استحصال سے نجات ممکن ہے جس کے لئے پاکیزہ لوگوں کی قربانی کی ضرورت ہے اور تنظیم اسلامی اسی منزل کو حاصل کرنے کے لئے میدان عمل میں کام کر رہی ہے۔ آپ نے پندرھویں آئینی ترمیم کو ملک و ملت کے لئے بہتر قرار دیا اور اس پر عمل درآمد کے لئے "ہارڈ انقلاب" کی ضرورت پر زور دیا۔ آپ کی گفتگو سے اسلامی، فلاحی، جمہوری اور مثالی ریاست کے قیام کی ضرورت اشد محسوس کی جا رہی تھی۔ جلسہ کے اختتام پر تمام شرکاء میں تنظیم کے متعلق لٹریچر تقسیم کیا گیا اور بیرونی احباب کو کھانا بھی دیا گیا۔

اگلے دن نماز فجر کے بعد تمام رفقاء کا امیر محترم سے تعارف ہوا اور تعارف کے بعد سوالات کے گئے۔ آخر میں امیر محترم نے جلسہ کی کامیابی پر اطمینان کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ایسا ہی پروگرام میں حلقہ جات کی بنیاد پر چاہتا ہوں تاکہ تنظیم میں حرکت رہے۔ آخر میں رفقاء کو ناشتہ پیش کیا گیا۔

ناشتہ کے بعد تمام رفقاء اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے۔ امیر محترم کی میزبانی کا شرف رفیق تنظیم پاشا ہارون برکی صاحب کو نصیب ہوا جنہوں نے امیر محترم کے آرام کے لئے ہر ممکن کوشش کی اس پروگرام کی کامیابی کے لئے بعض رفقاء نے اپنی ہمت سے زیادہ جدوجہد کی جن میں نوید الحق ہاشمی، منصور خالد اور یوسف بٹ صاحب نے عمدہ مثالیں قائم کیں۔ آخر میں امیر حلقہ نے تمام رفقاء کو کامیاب جلسہ کی مبارکباد پیش کی اور کچھ رفقاء کی خدمات کو تحسین پیش کی۔

ہمارا مطالبہ ہماری اپیل
دستورِ خلافت کی تکمیل

خبرنامہ اسلامی امارت افغانستان

اسلامی نظام امریکہ کو ہضم ہو رہا ہے نہ اقوام متحدہ کو گورنر مزار شریف

ایران میں شمالی افغانستان میں قتال و غارت اور شر و فساد کا جو بازار گرم کر رکھا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ وسطی ایشیاء کی قیمتی منڈیوں سے بلا شرکت غیرے استفادہ کرے اور پاکستان کو اس کے اقتصادی حق سے محروم رکھے۔ ان خیالات کا اظہار مزار شریف کے گورنر ملا عبدالمنان نیازی نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ طالبان جیسے ہی کابل پر قبضہ کریں گے امریکہ، یو این او اور مغربی ممالک ان کو تسلیم کرلیں گے وہ نہ صرف طالبان کے اسلامی اہداف سے ناواقف تھے بلکہ تاریخ اسلام سے بھی لاعلم تھے۔ ملا نیازی نے کہا کہ اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ کفار نے کبھی بھی الٰہی نظام کو برداشت نہیں کیا اور وہ ہمیشہ اسلام سے لڑتے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ طالبان نے اسلامی نظام نافذ کر دیا ہے جو امریکہ کو ہضم ہوا ہے اور نہ ہی اقوام متحدہ کو۔ ملا نیازی نے زور دے کر کہا کہ امریکہ اور اقوام متحدہ اگر ہمیں تسلیم کریں گے تو اپنے مفادات کی خاطر لیکن اس وقت جب زہر کا پیالہ پینے کی حد تک وہ مجبور ہو جائیں گے۔

صحافت کی آڑ میں دو عورتیں اور ایک جرمن مرد جاسوس گرفتار

اقوام متحدہ اور طالبان کے درمیان ہونے والے معاہدے کی سیاہی ابھی خشک بھی ہوئی تھی کہ قندھار میں اقوام متحدہ کے مہمان خانہ میں مقیم پانچ جاسوس گرفتار کرلئے گئے۔ ایک جرمن صحافی اور دو پاکستانیوں کے ہمراہ اقوام متحدہ کی وساطت سے قندھار پہنچا اور اس نے درخواست کی کہ وہ طالبان کے رفاہی کاموں اور عوامی خدمات کی تصاویر لے کر یورپ بھیجنا چاہتا ہے اس نے گورنر قندھار سے ہسپتال اور چند سڑکوں کی تصاویر لینے کی اجازت بھی چاہی جسے تحریری اجازت نامہ دے دیا گیا مگر تیسرے روز صحافی ایک حساس جگہ کی فلمبندی کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔ طالبان کی خفیہ سروس نے اس سے باز پرس کی تو وہ شدید برہم ہوا اور جاسوسی کے الزام سے انکار کرتا رہا۔ طالبان نے اس سے کیمرہ لے لیا جبکہ حساس مقامات کی فلم اس نے چھپا دی تھی۔ طالبان نے اپنے ایک ساتھی کو یو این او کے مہمان خانہ کے بالکل سامنے گھنے درختوں میں چھپا دیا۔ چھپے ہوئے طالب علم نے دیکھا کہ نصف شب کے بعد ایک گاڑی باہر سے اندر گئی اور ایک مرد اور دو عورتوں کے ہمراہ باہر نکلی، طالب علموں نے فی الفور گاڑی کو روک کر تلاشی لی تو صحافی نما جرمن جاسوس کے بیگ سے انتہائی حساس مقامات کی فلمیں اور تصاویر برآمد ہوئیں۔

سعودی حکومت کا اسامہ کے مسئلہ پر امارت اسلامی سے اختلاف'

ملا محمد عمر کی طرف سے قرآن و حدیث کو ثالث بنانے کی شرعی تجویز

امارت اسلامی افغانستان امیر المومنین ملا عمر نے کہا ہے کہ سعودی عرب سے ہمارے سفارتی روابط منقطع نہیں ہوئے بلکہ صرف سفیروں کی برطرفی عمل میں آئی ہے۔ دونوں ممالک کے سفارت خانے بدستور کھلے ہوئے ہیں اور بدستور عملہ کام کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سعودی عرب سے خوشگوار تعلقات کے متمنی ہیں۔ روزنامہ "النہار" کے اس سوال پر کہ سعودیہ سے اختلاف کی اصل وجہ کیا ہے؟ امیر المومنین نے جواب دیا کہ ہمیں اسامہ کے معاملہ میں کوئی بات محسوس نہیں ہوئی۔ اگر کوئی اور وجہ ہے تو سعودی حکومت کو چاہئے کہ اسامہ کے مسئلہ پر رونما ہونے والے اختلافی نقطہ نظر کا شرعی حل تلاش کرنا چاہئے۔ اس لئے ہم نے سعودی حکومت سے کہا ہے کہ وہ افغان علماء سے بات کرنے کے لئے اپنے عرب علماء کا وفد تشکیل دے، علماء کا فیصلہ ہم سب کو قابل قبول ہو گا۔

افغانستان میں عدلیہ کسی دباؤ کا شکار نہیں ○ چیف جسٹس افغانستان

سپریم کورٹ کے سربراہ مولوی نور محمد ثاقب نے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ آج اللہ کی عظیم رحمت ہے کہ سو فیصد شرعی فیصلوں کیلئے فضا ہموار ہو رہی ہے۔ قاضیوں اور ججوں پر کوئی دباؤ نہیں ہے۔ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور ہر فیصلے میں انصاف اور عدل کو یقینی بنانا چاہئے کیونکہ یہ ایک اہم فریضہ اور اونچا مقام ہے۔ حقیقی عدالت تب قائم ہو سکتی جب ہمارے فیصلے شریعت کے عین مطابق ہوں۔ مقدمات کے فیصلے عوام کی سہولت کیلئے انتہائی تیزی سے کئے جا رہے ہیں۔ (ضرب مومن ۳۰ اکتوبر تا ۵ نومبر ۹۸ء)

تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کا شریعت بل کے حق میں جلسۂ عام

شریعت بل کا عملی نفاذ معاشرے میں عظیم انقلاب برپا کردے گا ○ محمد مبشر

موجودہ شریعت بل کی مخالفت کرنے والے مخلص مسلمان نہیں ○ محمد اشرف وصی

موجودہ حکومت نے جب سے پندرہویں ترمیم کی صورت میں شریعت بل قومی اسمبلی میں پیش کیا ہے۔ پاکستانی عوام کی اکثریت یہ جاننا چاہتی ہے کہ موجودہ شریعت بل نافذ ہونے کے بعد عوام الناس کے شب و روز میں کیا تبدیلی لائے گا اور عام آدمی کس طرح اسلامی نظام کی چھت کے نیچے اپنی زندگی گزار سکے گا؟ عوام الناس کو اس حقیقت سے آگاہ کرنے کیلئے تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے زیر اہتمام ۱۷/۱ اکتوبر بروز ہفتہ بعد نماز عشاء ایک جلسۂ عام منعقد ہوا۔ جلسہ کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ حافظ اعجاز صاحب نے سورۃ الرحمٰن کی آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔ سٹیج سیکرٹری' جناب فتح محمد قریشی نے ابتدائی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی سے آزاد ہوئے ۵۰ سال ہو گئے ہیں۔ اس وقت ہم نے اللہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر تو ہمیں خطہ زمین عطا فرما دے تو ہم اس میں تیرے دین کا بول بالا کریں گے۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد ہم نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا جس کی وجہ سے پے در پے عذاب کے کوڑے ہم پر برس رہے ہیں۔ اب جبکہ موجودہ حکومت نے اسلام نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم لوگوں کو اسلامی نظام کے خدوخال اور نظام خلافت کی برکات و ثمرات کو اجاگر کریں۔ یہ جلسہ بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

جلسہ کے پہلے مقرر جناب محمد مبشر نے کیا کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا لیکن ہم اسلام کو بطور نظام نافذ نہیں کر سکے۔ جاگیردار طبقہ نفاذ اسلام میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اس ضمن میں دینی جماعتوں کا کردار بھی قابل ستائش نہیں رہا۔ جنرل ضیاء مرحوم نے اپنے دور حکومت میں اسلامائزیشن کے لئے کچھ کام کیا لیکن یہ ادھورا اور نیم دلانہ تھا۔ غرض ہر دور میں اسلام کے لئے نعرے تو بہت لگائے گئے لیکن عملی پیش رفت بہت کم ہوئی۔ موجودہ حکومت نے پندرہویں ترمیم کے ذریعے شریعت بل بعض ترمیمات کے بعد اسمبلی سے منظور کروا لیا ہے۔ لیکن سینٹ سے اس کی منظوری کا مرحلہ ابھی باقی ہے۔ سینٹ سے منظوری کے بعد اگر اس بل کا صحیح روح کے ساتھ عملی نفاذ ہو جائے تو یہ انسانی زندگی میں عظیم انقلاب برپا کردے گا۔ معاشرتی سطح پر اونچ نیچ ختم ہو جائے گی' فحاشی و عریانی کا خاتمہ ہو جائے گا' نیا نظام تعلیم متعارف کروایا جائے گا جس میں سب کیلئے تعلیم حاصل کرنے کے یکساں مواقع ہوں گے۔ اس بل کے عملی نفاذ سے معاشی سطح پر بھی ایک عظیم تبدیلی رونما ہو گی یعنی ہر شخص کیلئے روٹی' کپڑا' مکان اور علاج معالجے جیسی بنیادی ضروریات کی فراہمی اسلامی حکومت کی ذمہ داری قرار پائے گی۔ سیاسی سطح پر صرف اللہ کی حاکمیت ملک کا اساسی قانون ہو گی۔ حکمرانوں کو بھی عام آدمی کی سطح پر زندگی گزارنا پڑے گی۔ خواتین اور غیر مسلموں کے جائز حقوق کا بھی خیال رکھا جائے گا۔ جلسہ کے دوسرے مقرر جناب محمد اشرف وصی امیر تنظیم اسلامی لاہور کینٹ نے کہا کہ موجودہ بل کی مخالفت کرنے والے کچھ اور تو ہو سکتے ہیں' مخلص مسلمان نہیں ہو سکتے۔ شریعت بل کے عملی نفاذ کے بعد اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی خلاف ورزی نہیں ہو سکے گی۔ انہوں نے موجودہ حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ شریعت بل کو سینٹ سے جلد از جلد پاس کروائے۔ اگر سینٹ سے منظوری کے بعد بھی حکومت نے اس بل کے عملی نفاذ کے ضمن میں کوتاہی کی تو اس کا سخت محاسبہ کیا جائے گا۔ اختتامی دعا کے ساتھ جلسۂ عام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ : وسیم احمد)

ناظم تربیت رحمت اللہ بٹر صاحب کا دورۂ ڈسکہ شہر

۲۳/۱ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک تنظیم اسلامی کے شعبہ تربیت کے مرکزی ناظم جناب رحمت اللہ بٹر نقیب اسرہ ڈسکہ کی خصوصی دعوت اور رفقاء کے پرزور اصرار پر ڈسکہ تشریف لائے۔ انہوں نے خطبۂ جمعہ جامع مسجد عثمانیہ میں ارشاد فرمایا۔ موصوف نے سورۂ الٰم السجدہ کی آیات کے حوالے سے ایمان اور استقامت کے ضمن میں بندۂ مومن کا عمل پیش کیا۔ اور خطبۂ جمعہ کی ضرورت اہمیت و فضیلت پر بہت زور دیا۔ بعد نماز جمعہ سوالات کی مختصر نشست ہوئی۔ کھانے سے فراغت کے بعد اسرہ ڈسکہ کے رفقاء و احباب نے اپنا تفصیلی تعارف پیش کیا۔ بعد نماز عصر موصوف نے بندگی رب کے موضوع پر انتہائی علمی' مدلل اور پرجوش تقریر کی۔ ایک گھنٹہ کے اس پروگرام میں ساٹھ (۶۰) احباب نے شرکت کی۔ نماز مغرب کے بعد مسجد کی انتظامیہ نے معزز مہمان اور رفقاء کو چائے پیش کی۔ بعد نماز عشاء رحمت اللہ بٹر صاحب نے رفقاء کو نظم' ڈسپلن اور اطاعت کے حوالے سے تذکیری درس دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا اور پھر مسلمان ہونے پر ہم نے شہادت دی ہے۔ تیسرا عہد ہم نے امیر تنظیم اسلامی سے کیا ہے' اس عہد کی پاسداری کے لئے نظم کا خوگر بننا ہو گا ورنہ انقلابی صورت حال پیدا نہ ہو سکے گی۔ اگلے دن نماز فجر کی ادائیگی کے بعد موصوف ایک مقامی ہیلتھ سنٹر خضر ہیلتھ کلب چلے گئے۔ وہاں پچاس سے زائد نوجوانوں کو دنیا اور دنیاوی زندگی کی حقیقت سے آگاہ کیا۔ پندرہ منٹ کے اس انتہائی جامع وعظ کو نوجوانوں نے انتہائی توجہ سے سنا۔ ناشتہ کے بعد رحمت اللہ بٹر صاحب گجرات روانہ ہو گئے۔ اس طرح یہ انتہائی مختصر لیکن کامیاب پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ : محمد اقبال' ڈسکہ)

ہیڑ کرباٹھ میں دو روزہ پروگرام

ہفتہ ۱۷/۱ اکتوبر کو مرکز تنظیم (گڑھی شاہو) سے صبح سات بجے سات رکنی قافلہ راقم کی امارت میں روانہ کیا گیا۔ جس میں لاہور شرقی سے مجاہد شاہ' صفدر بیگ اور یعقوب عمر' لاہور جنوبی سے ظفر الدین' لاہور شمالی سے محسن سلیم اور محمد اسلم ڈرائیور نے شرکت کی۔ آٹھ بجے منزل مقصود پر پہنچ کر ناشتہ کیا۔ بعد ازاں تقریباً نو بجے عبید اللہ اعوان' جو مقامی رفیق ہیں' کے ساتھ دفتر تنظیم میں تعارف ہوا۔ تلاوت کے بعد "اُمت مسلمہ کا عروج و زوال" کے موضوع پر مذاکرہ ہوا۔ فرائض دینی پر راقم نے نصف گھنٹہ گفتگو کی۔ بعد نماز عصر چند احباب سے ملاقات کے بعد مسجد مرکزی اہلحدیث میں سورۃ حم السجدہ کی سات آیات کا خاکسار ہی نے درس دیا۔ اگلے روز بعد نماز فجر احمد کالونی کی مسجد میں مرزا صفدر بیگ نے سورۃ العصر پر درس دیا۔ آرام و ناشتہ کے بعد دفتر تنظیم میں آیۃ البر کی وڈیو کیسٹ دکھائی گئی اور مذاکرہ کیا گیا۔ حاضرین کے سوالات کے جواب بھی دیئے گئے۔ کارنر میٹنگ کی تیاری کے سلسلے میں رفقاء کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ تین اطراف میں اطلاع کے لئے چھ رفقاء کو بھجوایا گیا۔ ساڑھے چار بجے کا وقت طے ہوا اور نہرپل ہیڑ کرباٹھ پر محترم فیاض حکیم کا خطاب تھا۔ جس کی اطلاع مسجد میں بھی لاؤڈ سپیکر پر دی گئی۔ عبید اللہ اعوان نے تقریر سے قبل اپنے "جلالی" خطاب میں حکومت وقت کو متنبہ کیا کہ اگر اس نے عوام کا خون نچوڑنا ترک نہ کیا تو وہ وقت دور نہیں کہ اس کا حال سابقہ حکمرانوں جیسا ہو۔ انہوں نے کہا کہ اگر واقعتاً عوام اپنی حالت بدلنے کے لئے تیار ہیں تو انہیں اسلامی انقلاب کے حوالے سے اپنی سوچ میں تبدیلی لانی ہو گی جس سے ہر شے بدل جاتی ہے۔ محسن سلیم نے سورۂ حشر کے آخری حصے کی تلاوت کی اور پروفیسر فیاض حکیم نے اپنے خطاب میں حکیم سعید اور مولانا عبداللہ کے قتل پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جہاں اتنے عظیم لوگ محفوظ نہیں تو ہم عوام کیا شے ہیں' حکومت عوام کے جان و مال کے تحفظ میں ناکام ہو چکی ہے۔

انہوں نے کہا کہ اگر حکومت شریعت بل میں مخلص ہے تو سود کی جو اپیل دائر کر رکھی ہے اسے واپس لے۔

انسانی ضروریات کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ ، مزدوری کر کے ساری صلاحیتیں لگاتا ہے اور مہنگائی کی سے اس کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے ایجنٹ جو ملک پاکستان میں بیٹھے ہیں ان کی ٹھکائی کا وقت آگیا ہے۔ یہ یہودیوں کا ظالمانہ نظام جو انہوں نے ساری دنیا میں قرض کے ذریعے سود حاصل کرنے کے بہانے بچھایا ہوا ہے اس کی بساط اب لپٹ کر رہے گی۔ اگر ہم نے اس کا خاتمہ نہ کیا تو اور کوئی طاقت آئے گی اور اس کا کام تمام کردے گی۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ تمام قرضوں پر سود کی ادائیگی فوراً بند کردے۔ اندرون ملک جو حرام خور بیٹھے ہوئے ہیں اور سود کے اڈے کھلے ہوئے ہیں چار و ناچار ایک عام بے بس آدمی بھی ان کی طرف توجہ کرنے پر مجبور ہے اور جال میں پھنس جاتا ہے۔ انہوں نے حضورؐ کی حدیث کے مطابق مسلمانوں پر وارد ہونے والے پانچ ادوار کا ذکر کیا جس کا آخری دور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہوگا' جس کی آمد آمد ہے۔ افغانستان' پاکستان اور ایران کے علاقہ جات پر مشتمل اسلامی حکومت قائم ہوگی جس کے لئے اللہ کی طرف سے سٹیج بن رہا ہے ہماری آزمائش اس میں یہ ہے کہ ہم اس حکومت کے قیام میں کیا مدد کر رہے ہیں اور جو کوئی بھی یہ مدد کرے گا وہ اللہ کی مدد ہوگی۔ مستقبل میں قائم ہونے والی یہ خالص اسلامی حکومت ہی اللہ کی رضا کے مطابق فرائض ادا کرے گی۔ جس کی خوشخبری محمد رسول ﷺ نے دی ہے۔ آیئے ہمارے دست و بازو بنئے اور اس مبارک خوشخبری میں سے حصہ حاصل کیجئے۔ اسی کارنر میٹنگ کی دعا پر دو روزہ کا دعا پر اختتام ہوا۔ (رپورٹ : نوید احمد)

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا دو روزہ دورۂ ہارون آباد اور بہاولنگر

یہ امر قابل صد افسوس ہی نہیں قابل ندامت و خجالت بھی ہے کہ بے شمار قربانیوں کے نتیجے میں اسلام کے نام پر حاصل کی گئی مملکت خداداد پاکستان میں نفاذِ اسلام کا مقصد ہنوز شرمندۂ تکمیل ہے۔ دوسری طرف یہ بات خوش آئند ہے کہ اس عرصہ میں کسی نہ کسی صورت میں یہاں نفاذ اسلام کی کوششیں ہوتی رہی ہیں جو اب بھی جاری ہیں۔ تنظیم اسلامی کو بھی ان کوششوں میں خاص مقام حاصل ہے' جو مروجہ سیاسی و فرقہ وارانہ ڈگر سے ہٹ کر ٹھیٹھ طریق نبوی ﷺ کے مطابق قیام نظام خلافت کے لئے ممکنہ وسائل صرف کر رہی ہے۔ اس ضمن میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ ملکی سطح پر متعدد اہم مقامات اور عالمی سطح پر بھی نظام خلافت کے ثمرات اور اس کی اہمیت و طریق کار کا شعور عوام میں پیدا کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ پنجاب کے اہم ضلع بہاولنگر بھی تشریف لائے۔

ہارون آباد میں حلقہ پنجاب جنوبی کے امیر انجینئر مختار حسین فاروقی کچھ عرصہ درس قرآن کا سلسلہ چلاتے رہے۔ آج کل جناب محمد منیر احمد کی کاوشوں کو خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ موصوف خدمت دین کے لئے ابو ظہبی سے اپنے آبائی گاؤں ہارون آباد آئے اور قرآن کالج سے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کرنے کے بعد انہوں نے دس روزہ تربیت گاہ کا انعقاد کیا اور دروسِ قرآن کا وسیع سلسلہ قائم کیا جس کے نتیجہ میں ہارون آباد اور بہاولنگر میں تنظیم اسلامی کی دعوت کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی۔ امیر محترم مدظلہ کے حالیہ دورہ کے حوالہ سے خصوصی دعوت نامے جاری کئے گئے' پوسٹر لگائے گئے اور دو روزہ پروگرام منعقد کیا گیا۔ ہارون آباد میں ایک اہم سیاسی و سماجی شخصیت جناب صفدر تجمل نے میزبانی کی سعادت حاصل کی۔ بہت سے دوسرے احباب نے بھرپور تعاون کیا۔

۱۳/ اکتوبر کو ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ' جناب ڈاکٹر عبدالخالق کے ہمراہ ہارون آباد تشریف لائے اور بار کونسل سے خطاب کے علاوہ وکلاء کے سوالات کے جواب بھی دیئے۔ اسی روز بعد نماز عشاء ایک ہزار سے زائد افراد کے جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ جلسہ میں خواتین نے بھی شرکت کی جن کے لئے پردے کا الگ انتظام کیا گیا تھا۔ امیر محترم نے پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کو وقت کی اہم ترین ضرورت قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ طریق نبویؐ کے مطابق نظام خلافت کے قیام کے لئے سردھڑ کی بازی لگانا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے اولاً دعوت و تبلیغ کا کام کیا اور ایک جماعت منظم کی اور جب باطل سے ٹکر لینے کے قابل ہو گئے تب ٹکر لی اور عالم عرب میں بے مثل انقلاب قائم کیا۔ چنانچہ صرف اور صرف اس طریق پر عمل کرنے سے ہی انقلاب آسکتا ہے۔ پہلے دعوت و تبلیغ کا مرحلہ آئے گا پھر ایک منظم جماعت تیار کرنا ہوگی جو اپنے اوپر بالفعل اسلام قائم کر چکی ہو' اس جماعت کی تربیت ہوگی' اس راہ میں صبر و مصابرت کا مرحلہ آئے گا اور جب یہ جماعت باطل نظام سے ٹکر لینے کے قابل ہو جائے گی تب پرامن احتجاجی تحریک کے ذریعے نظام خلافت قائم کرے گی۔

۱۴/ اکتوبر کو ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے رفقاء تنظیم سے ملاقات کی۔ کمیٹی ہال میں سوال و جواب کی نشست کا انعقاد ہوا' احباب نے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی جس کے بعد ڈاکٹر صاحب بہاولنگر کے لئے روانہ ہو گئے۔ بہاولنگر میں جناب رضی الدین کی خصوصی کاوش سے جامع مسجد جناح کالونی میں بعد نماز ظہر جلسۂ عام کا انعقاد ہوا جہاں تقریباً چھ سو افراد نے شرکت کی۔ امیر محترم کے اس دو روزہ دورہ کے نتیجے میں بہاولنگر اور ہارون آباد میں وسیع پیمانے پر تنظیم اسلامی کی دعوت عام ہوئی۔ بحیثیت مجموعی یہ دورہ ہماری توقعات سے زیادہ کامیاب رہا اور آئندہ تنظیمی سرگرمیوں میں تیزی کے ضمن میں اہم کردار ادا کرے گا۔ (رپورٹ : عبدالشکور)

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کا دورۂ گوجر خان

ناظم حلقہ پنجاب شمالی جناب شمس الحق اعوان نے ۱۳/ اکتوبر کو گوجر خان کا دورہ کیا۔ انہوں نے گورنمنٹ کالج سرور شہید میں "دین اور مذہب میں فرق" کے موضوع پر لیکچر دیا۔ انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے مذہب کا انتہائی محدود تصور ہمارے ذہنوں میں راسخ ہو چکا ہے۔ محض عقیدہ' عبادات اور کچھ مذہبی رسومات ہی کو اصل دین سمجھ لیا گیا ہے' جبکہ ہمارا دین ایک معاشی' معاشرتی اور سماجی نظام بھی رکھتا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ پاکستان میں بدترین حالات کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اسلام کے سنہری اصول نافذ نہیں ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم اس نظام کے قائم کرنے کیلئے جدوجہد کریں کہ یہ دین تو آیا ہی غالب ہونے کیلئے ہے۔ جس طرح ہمارے نبیؐ نے دن رات محنت کر کے اس کو جزیرہ نمائے عرب پر غالب کیا۔ اسی طرح اسوۂ نبویؐ پر چلتے ہوئے ہمیں اس دین کو پوری دنیا میں غالب کرنا ہے۔ احادیث نبویہؐ بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ یہی علاقہ اسلام کا مرکز بنے گا۔ انہوں نے پروفیسر حضرات سے کہا کہ آپ جیسے پڑھے لکھے احباب پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس نظام کو قائم کرنے کے سلسلے میں اپنے حصے کا کام کریں۔ (رپورٹ : ظفر الاسلام)

ناظم حلقہ پنجاب جنوبی کا دورۂ تونسہ

مختار حسین فاروقی صاحب کے جھنگ منتقل ہونے کے بعد ناظم حلقہ جناب سعید اظہر عاصم دوسری بار تونسہ تشریف لائے۔ راقم کی خصوصی درخواست پر وہ اپنے اہل خانہ کو بھی ساتھ لائے۔ تاکہ رفقاء کی فیملیز میں بھی میل جول بڑھے اس سے رفقاء کا باہمی رابطہ بھی گہرا ہو جاتا ہے اور تنظیمی و دعوتی کاموں میں بھی آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ مغرب کے بعد جمعیت اہلحدیث کی جامع مسجد میں ناظم حلقہ نے درس قرآن دیا۔ موضوع "نیکی کی حقیقت" تھا۔ درس کے اختتام پر مسجد کی انتظامیہ نے تقاضا کیا کہ آئندہ بھی درس کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ دوسرا پروگرام جامع مسجد حنفیہ میں ہوا۔

خطاب سے پہلے مولانا عبداللطیف نے امیر حلقہ کا تعارف کرایا۔ انہوں نے نیک لوگوں کے اوصاف و خصوصیات کو بیان کیا اور معاشرے میں موجود برائیاں ختم کرنے کے طریقے بتلائے۔ اگلی صبح فجر کی نماز کے بعد ناظم حلقہ نے جامع مسجد لنگاہ والی میں سورۃ القیامہ کی تفسیر بیان کی۔ آخری پروگرام گورنمنٹ مڈل ماڈل سکول میں ہوا۔ شاف کے پندرہ اساتذہ اور ۳۰۰ طلبہ کے سامنے اسکول کے ہیڈ ماسٹر جناب ملک سعید احمد بھٹہ نے ناظم حلقہ کا تعارف کرایا اور انہیں خطاب کی دعوت دی۔ ناظم حلقہ نے "علم کی اہمیت اور ٹی وی ڈش انٹینا کی خرابیاں" کے متعلق تقریر کی۔ اساتذہ میں تنظیم اسلامی کا تعارفی پمفلٹ تقسیم کیا گیا۔ (رپورٹ : رضا محمد

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۷، شمارہ ۴۲
سالانہ زرتعاون -/۱۷۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۰۳-۵۸۶۹۵۰۱

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

مسلم اُمہ۔ خبروں کے آئینے میں (انتخاب: مرزا ندیم بیگ)

ایران: مجلس ماہرین کے انتخابات میں قدامت پسندوں کی جیت

ایران کے صدر محمد خاتمی کی سماجی اور سیاسی کوششوں کو دھچکا لگ سکتا ہے کیونکہ ماہرین کی اسمبلی کے انتخابات میں قدامت پسندوں کو زیادہ اکثریت حاصل ہو رہی ہے۔ ۸۰ میں سے ۷۰ نتائج کا اعلان ہو چکا ہے جس میں قدامت پسندوں کو ۴۳ سیٹیں ملی ہیں۔ اعتدال پسندوں کو آٹھ نشستیں حاصل ہوئی ہیں جبکہ تین آزاد امیدوار کامیاب ہوئے ہیں۔ ماہرین کی مجلس ایران کا سب سے زیادہ طاقتور ادارہ ہے جو ملک کے سب سے بڑے مذہبی رہنما کو برطرف کرنے اور نامزد کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اعتدال پسندوں کی شکست اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ صدر خاتمی کی بعض اصلاحات اور اقدامات سے بھاری تعداد میں ایرانی شہری ان سے خفا ہیں۔

لیبیا پر یک طرفہ پابندیوں کا خاتمہ کیلئے اقوام متحدہ میں قرارداد منظور

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں یک طرفہ پابندیوں کے فوری خاتمے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ لیبیا کی طرف سے پیش کردہ قرارداد پر ۱۵۰ ملکوں پر مشتمل جنرل اسمبلی میں سے ۹۰ ملکوں نے اس کے حق میں ووٹ دیا۔ قرارداد میں، جس کی ترقی پذیر ملکوں نے حمایت کی ہے، اس مطالبے کو دہرایا گیا ہے کہ غیر ملکی باشندوں اور تجارتی کمپنیوں پر یک طرفہ پابندیاں فوراً ختم کی جائیں۔ یہ قرارداد کے مقابلے میں ۸۰ ووٹوں سے منظور ہوئی۔ ۶۱ ممالک نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ پاکستان، بھارت، عراق اور کیوبا نے قرارداد کی حمایت کی۔ واضح رہے کہ یہ ممالک بھی امریکہ کی طرف سے عائد پابندیاں بھگت رہے ہیں۔

بھارتی مسلمانوں کو ملک چھوڑنے کا حکم

بھارتی حکومت نے دہلی میں رہنے والے مسلمانوں سے کہا ہے کہ وہ اپنی شناخت ظاہر کریں ورنہ انہیں زبردستی پاکستان بھیج دیا جائے گا۔ بی جے پی نے دہلی کے پرانے شہر میں ایک مہم شروع کر دی ہے جس کے مطابق بنگالی مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی بھارتی شہریت کا ثبوت پیش کریں۔ اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں انہیں ملک سے نکال دیا جائے گا۔ حکام نے الزام عائد کیا ہے کہ یہ افراد دراصل پاکستانی شہری ہیں جو غیر قانونی طور پر بھارت میں کئی سالوں سے رہ رہے ہیں۔ جن علاقوں میں پولیس مسلمانوں کو نکال رہی ہے ان میں دریا گنج، لال کنواں، بلی ماراں اور پرانی دہلی کے کئی اور علاقے شامل ہیں۔

حماس کی جانب سے یہودیوں کو دنیا بھر میں نشانہ بنانے کا اعلان

حماس کے روحانی پیشوا شیخ احمد یاسین نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنی جدوجہد کو اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک پورے فلسطین کو آزاد نہ کرا لیا جائے۔ انہوں نے سمجھوتے کو غلامی، توہین اور یہودیوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے مترادف قرار دیا ہے اور کہا کہ حماس اسرائیلیوں کو دنیا بھر میں نشانہ بنائے گی۔ شیخ احمد یاسین کے مطابق میری لینڈ معاہدہ امریکی صدر بل کلنٹن کی خواہش پر یہودیوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تیرہ فیصد علاقہ فلسطینیوں کے حقوق کا متبادل نہیں ہو سکتا، اس چھوٹے سے علاقے کو ہم وطن کہہ سکتے ہیں نہ ملک۔ شیخ نے کہا کہ یہ ہمارا ملک ہے اسے واپس ہمارے حوالے کیا جائے اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہے۔ فلسطینی اتھارٹی سے ہمارے تعلقات اچھے نہیں ہیں۔ ہماری قیادت جیلوں میں ہے۔ ایک سوال کے جواب میں کہا کہ حماس کے عسکری مہم کے سربراہ انجینئر محی الدین شریف کے قتل کا بدلہ ہم ضرور لیں گے۔ اس سلسلے میں ہماری حکمت عملی تبدیل نہیں ہوئی، ہمیں چاہئے کہ جنگ کو باہر تک پھیلا دیا جائے لیکن اگر دشمن اس جنگ کو باہر پھیلانا چاہتا ہے تو ہم اپنا فیصلہ محفوظ رکھتے ہیں دشمن جہاں ہم پر حملہ کرے گا ہم بھی وہیں جواب دیں گے۔

امریکی سیاست میں مسلمان بھی متحرک ہو گئے

امریکہ میں ان دنوں سینٹ کے انتخابات کے لئے مہم جاری ہے اور مسلمان بھی وہاں پر اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ کیلی فورنیا اسٹیٹ یونیورسٹی میں پولیٹیکل سائنس کے پروفیسر ڈاکٹر سعید احمد نے بتایا کہ اس دفعہ ریاستی سطح پر قریباً دس مسلم امیدوار الیکشن میں حصہ لے رہے ہیں

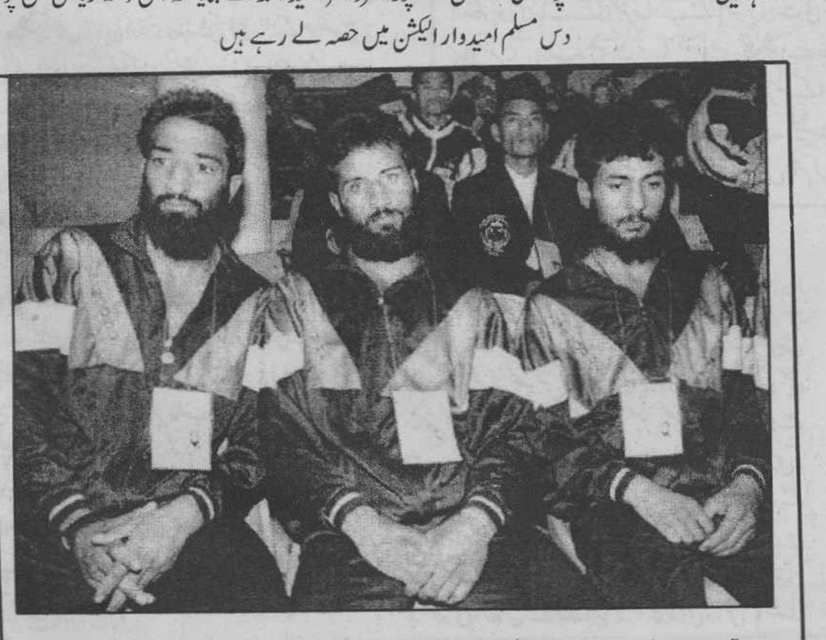

تین افغان باکسر۔ جو داڑھی رکھنے کی پاداش میں مقابلے میں شرکت سے محروم کر دیئے گئے